

۱۲۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر



۱۸۸۱/۳۰

اردو

کاپیور

مرتبہ فیضی علی محمد بنیادی
(علیگ)

جلد ۲ | بت معیستہ | نمبر ۵

فہرست مضامین

- ۱۔ تنقید سائل کتب صفحہ ۲ تا ۱۱
- ۲۔ محاسن سخن از صفحہ ۵ تا ۱۴
- ۳۔ دیوان غلام ذوالفقار ظفر شاہ اور نظموں
- ۴۔ خیالات شفیق و پوری دہاد کی کبھی شہری

پیشکش آملی نہا نے

احمد المطالع واقع کاپیور چھاپا

فہرست مضامین
فہرست مطالب
فہرست مؤلفین
فہرست مترجمین
فہرست ناشرین
فہرست توزیعین
فہرست پڑھنے والوں کی فہرست

تقیہ مسائل و کتب

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل مولانا مولوی محمد عنایت اللہ صاحب فرنگی محل پرنسپل مدر

مدرسہ تقاضیہ کھٹو۔ ضمیمہ ۶۰ صفحات قیمت عدد۔ فرنگی محل ہندوستان کا مشہور
 و نامور ہے لیکن بنگلہ و ضلّائے فرنگی محل کے تفصیلی حالات کی گہری دستکوب ہوئے تھے
 جن میں سرست پر محمد مولانا عنایت اللہ صاحب نے اس مفید کتاب کو نظم بند فرما کر ادب و
 علم و ادب کی ایک بہت بڑی ضرورت کو رفع فرما دیا۔ کتاب مذکور میں تقریباً تین سو
 علمائے فرنگی محل کا بصیرت افزا تذکرہ ہے جس میں حضرت علامہ امدین۔ بحر العلوم
 مولانا عبدالحق۔ مولانا احمد عبدالحق۔ مولانا انوار الحق۔ مولانا عبدالحق۔ مولانا عبدالحق۔

مولانا عبدالحق۔ مولانا عبدالحق۔ مولانا عبدالحق۔ مولانا عبدالحق۔ مولانا عبدالحق۔
 اور کاغذ عمدہ ہے۔

دس حسرت لافاق یونانہ مجمع الاخلاق | مولانا مولوی محمد عنایت فرنگی محل ضمیمہ

۲ جز قیمت ۴۔ امام موقت حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محل کے حالات میں
 نہایت دلچسپ۔ سن آموز اور قابلِ دید کتاب ہے۔ اس میں حضرت مولانا کی پیدائش سے
 وقت وصال تک کے تمام خاص خاص واقعات صحت پرین کاغذ عمدہ کھانی چھپائی صاف
 دونوں کتابیں اشاعت العلوم برقی پریس فرنگی محل سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

۳ مدیکلہ محبت | اس نام سے شعلی مولانا بخش صاحب خدام اکبر روضہ ملت مکرچی نے

بعض غزلیات غالب کی تفسیر اور خود اپنی غزلیات و قطعات کا ایک دلچسپ مجموعہ شائع کیا ہے

کتاب کی طباعت و کتابت کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے اور اس میں مولف کا فوٹو بھی شامل ہے

شائین و فراخ از ملت مکرچی کے پتہ سے کتاب طلب کی جاسکتی ہے قیمت دس روپے کتابت میں

۴ کلیات برزخین | یعنی محمد شاہ جہاں کے مشہور فارسی شاعر کے رباعی و ششی چندر بھان بھن

کامیاب تر ہے حضرت پید سنائی قابل دید و خرید ہے کلیات کے چار حصے ہیں پہلا مقدمہ

دوسرا زندگی کے رباعیاں۔ تیسرا برزخین کی شاعری چوتھا تصنیفات برزخین۔ پہلا اور تیسرا

ایک ہی جگہ پچھلے اور دوسرے سے زیادہ درخشاں آگے ہیں اسلئے درخواست خریداری فرمائیے۔

کلیات برزخین

جوت سے کہ جیتے ہیں ہیں۔ یہ اٹھ سکن۔ گناہین ہے کی کہیں ہکا لگائے ہی
 جب تک نہ بھیرا ہوں پڑتا نہیں قرار آتا ہیں ہے جین میں تلوائے بن
 بقاء و نالہ بندے نہ تھی ہیں ہے بات حیران چلے رہے ہیں آئو ہلے بن
 ولہ سے زہری کو کتاب دلو نہ خواہیم یہ آب میں ہے۔ غم جدا کی ہے جان یہی عیب کے کچھ
 کل سے ہمارے کسب و کار کا راز دیکھ بے یار پہلو میں۔ دل نالان ہوا ہے خانہ میں رہلو میں
 عشق سے دنیا میں یاد کے بہت ہوئے دل بداند چکرات جو حاصل میں رہ گیا
 شہید کی سے ناکامی جاوید کی ہم مانتے منت افسوس شہیدی زری توت نہیں ملتی
 مومن سے وہ جو رہا میں نصیب تھا، یہ بد مرگ اہل حق۔ یہ حق ہے کیا کہ ہے تم کی چاہی گئی تھی
 یہ کہا کی جیکو جاگ رہی ہے کیو کہ ہو زندگی کوئی کیا بیجے ہو یہ ایک شب موزج و ساق
 غم پر بار کے ہاتھ سے شب روز ہن میں خدیا ہے ہمیشہ ایک نئی شش ہے ہم ایک نیا حق
 ولہ سے چین آتا ہی نہیں سوتے ہیں جس پہلو میں اضطراب دل غرض جینے نہ بجا تو ہمیں
 نسیم دلہی سے خوش قسمت قفس میں ہم نفس پر سکون دے۔ نظر بھی اتنا جا سکتی ہیں بدو ہوش کی
 غالب سے کس سے مجرئی قسمت کی شکایت کیجئے۔ ہنہ چاہا تھا کہ راجس وہ بھی ہوا
 وہ آئے ہم بیکسی عشق پر رونا غالب کے کچھ جا گیا سلاب بلا میرے بعد
 وہ آدہ چاہیے اک عراثر ہونے تک کون جیتا ہے تو بے زلف کے سہونگ
 تسلیم کنوئی یا سفر ملک عدم دل سے لگی ہے ہر دم بچے تو گور کی منزل سے گئی ہے
 گرفتار قدم ہوں تو ہے شے کی تن ہن خاک تو اڑنے کی موئے دل سکا ہے
 سٹ ہلے کہیں زندگی درگ کا جھگاڑا لے تیغ جفا اتنا بھی دل سے لگی ہے
 کیا کہتے ہو کیا بھول گیا میں دم رخصت اک یاد مختاری سو مرے دل سے لگی ہے
 سو یا ہوں شب وصل میں یار کے گد میں جیتے لگی ہے مری مشکل سے لگی ہے
 ولہ سے چارہ سازم زخم دل وقت فور سے لگا ہی بھر آباد کہ سوزن ہو رہنے لگا
 عمامہ صیبت آتشا بے عرض مطلب حشر میں جاتے ہی فریاد کر کے دوہرو سے لگا
 ولہ سے چھوڑ دیا کو سو ملک عدم چل نسیم راستہ دیکھتی ہے گور بیان بہت را

۔ یہ یاد دہری آگئی بہر کھ زندگانی
 خوب دیا جھگڑا و ماندگی کی جان کو
 انجمن میں نئی دہریہ زکوٰۃ دے گئے
 جب مری غلوں سے پہنچن قافلہ چلا
 جلال ہے بہر کھ کو زمین شب کو تیرے نام سے تھے۔ دہریہ کہ۔ اگر دہریہ حکومت چاہتے تو
 منقطع ہرے تم کی غور دہریہ تیرہ جنازہ
 بجھے شمع انہیں کوئی حوصلہ نہ رہا
 اثر مار ہروی سے آگ بڑے جانے غزلن باہر سے بدست کی قفس میں شکی طبیعت ہل گئی۔
 قمر بابلونی سے اب کیا پتہ کے آئینے سرو گان خاک۔ بجھتے ہر دن سے لے کے طبیعت ہل گئی۔
 حسن پر لہری سے دھوڑتے تھی ہر روز بکھرنا خطر۔ کج سے بد وقت دہریہ کہتے کہتے
 اکبر الہ آبادی سے دن رات کی بچھنی ہے آتش پر کاہندہ۔ شمس سے آفتاب میں کوئی بکھرتا
 دہریہ زخمی نہ تھا تھلا دیا اپنے میں کھٹک غرض تھی۔ پہلے بھی ہوئے تھے کہ کھٹک تھے گستاخی
 چکیت گھوڑی سے گناہا ہے کھٹک میں اگے تھے۔ غرض تھے میں ہاں میں ہاں کہتے تھے
 ایسا ہے لے جانے کے ساتھ اہل کے پہچان۔ سو گیا تو سنتے تھے زندگی کی داستان
 چکیت لاپتہ ضرورت آواز دوسرا مرثیہ تھی زمین چکیت سے لگا ہے۔

دہریہ گھوڑی سے نہ جان کر دینا ہے جان ہے کوئی۔ بہت دہریہ مہربان لگتے آتے
 (۴۱) مصرعوں کا عالم اور لفظوں کا آٹھ چھ

متعدد میں مصرعوں کے قائل ہیں لفظوں کے آٹھ چھ سے بھی ایک قسم کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے
 جس کی مثالیں قصائد میں اکثر اور غزلوں میں کثرت سے ملتی ہیں۔ مثال کے لئے شاعرین میں مولانا
 اور ان کے متبعین کا کام یہ ملاحظہ فرمادی کہ غزلین کا ملاحظہ ہیں۔

دہریہ سے شکایت راست رکھتے ہیں تیری کر نہیں سنتے۔ کہیں اب بھی ہو کھٹک۔ اب بونہی کتا
 منقطع ہے کچھ سنا سن حال کچھ نہ سنا۔ کچھ کیا اعتبار۔ کچھ نکسپا
 دہریہ میں پھر بون کا پس سر کوئی کیوں دے۔ تم پھر کہو کہ کوئی کر کچھ کیا کیا
 دہریہ سے کہہ نہوا التجا سے کہہ نہوا۔ بون کے عشق میں یاد خدا سے کہہ نہوا
 پھر تو تھی گونپے اثر کمانہ سکی۔ تھی تو تھی مگر آہ دہریہ سے کہہ نہوا
 خدا نے کچھ کیا کیا سننے کے کچھ نکسپا۔ دہریہ سے کہہ نہوا بون کے کہہ نہوا

وہ ایک ہم کو چاہا کیا وصل کدنا وہ ایک تم کو بخاری دعا سے کچھ نہ دیا
 فتح کردی سے فیاض سے ہی پرش برسم تصور ہو۔ ایسا ضرور کیجئے ایسا ضرور رہو
 بخود ہالہ ہی سے پہلے تر کو زور دے وہ نظر کو کوئی دیکھے۔ پھر دیکھنے والے کے جگر کو کوئی دیکھے
 دہوشی سے صبا پہ خبر کو کوئی سمجھے خاموشی سے بلب نظر کو کوئی دیکھے
 حسن بر بلوی سے دیکھنا یہ جگہ بنے تہین کیسا اجاں۔ پوچھنا یہ ہے کرتے ہیں کیسا یکھا
 دلیر و ہر دی سے تم رنگ آفتاب ہر تر شک ہے۔ لکھو غور تو کس کو غور ہو
 ہجر شاہچھا پوری سے مت کے بعد آئی ہے سنگ رخ بند ہو کیا چھیننے کی طرح ہو زمین
 دے محنت اور دشمن تم بھی کہنے جو بے جملے ہو۔ یہ پوچھو تو زندہ زمین یہ سمجھو تو زراہ زمین
 ستر گیم کو کہتا ہے نہ فرق ہے تہا کسی نے کد یا منہ پر کسی نے گریہ لایا
 دے دوسرے ہے کہ میں کہتا ہوں میری کار زون کو۔ اُدھر ہے ہر کردہ کہتے ہیں میں چٹکے سلونا
 جوان میں بیٹرز جلوہ آرائی قیامت سے کبھی ملن اٹھادینا کبھی ملن گرا دینا
 ریشا ملی وحشت سے کس تو گل خندان نے کیا خون و فاکا۔ کس سوختہ سلمان کے تھوڑے ہیں گل
 ناظم ہا پھر بھی سے نہیں ہے شک ہے بے تردید ہ ہجران۔ ہیں ہر داغ یہ ہے شمع عدل و حق
 غبار دشت ہے افزائش جمال جنون متاع دے ہے آسائشی دکان فرق
 غالب سے عشرت پادہ مل زخم تنہا کھانا لذت زخم ملے غرق مسکدان ہونا
 دے لاکھوں لگاؤ ایک چراغ کا لاکھوں بناؤ ایک یگانا عتاب میں
 دے یہ یا میرے زخم اشک کو رسوا کیجئے یا پردہ تبسم نہیان اُٹھائیے
 دہا اپسندیدگی جملہ انشا ئیہ بمقتا بل جملہ خبر یہ
 اس باب میں مولوی سید علیہد صاحب طباطبائی نے اپنی شریعت دیوان غالب میں بہت
 خوب لکھا ہے کہ وہ بہت زیادہ تر انشا میں لطف ہے یعنی انشا وقت فی القلوب ہے
 انسی سیکے جہاں عشاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بناتا ہے مثلاً
 غالب سے مرگیا چوٹ سے غالب و جشی بزر یہ بچھنا آئے وہ اسکاتری دیو کیس
 جان مصنف نے خبر کو ہلو کو ترک کے شعر کو نہایت طبع کر دیا۔ یعنی دوسرا مصرع اگر

یون ہوتا۔ رخ۔ ٹھیکار آتا تھا جو اگر زری دیوار کے پاس۔ یا اس طرح ہوتا۔ رخ۔ بھی ٹھیکار تھا
جو اگر زری دیوار کے پاس۔ تو یہ دو دن صدر تین خبر کی تھیں۔ اور ہے ہے ٹھیکار آکدہ اسکا
زری دیوار کے پاس۔ حجاز انشا ہے حسن کلام کی اس صنف کے نمونے ساتھ ہر پردہ کا شمار
میں داخلہ طلب ہیں۔

سودا سے تیرے سودا کے تین تمل کیا کہتے ہیں۔ یہ اگر سچ ہے تو ظالم سے کیا کہتے ہیں
جنہی حسرت سے محبت ہے ہر میں۔ یہ میان ہے شہید۔ دیکھو آبرو مل گیا کہاں ہے شہید
دلہ سے تم کہتے ہو کہ دوست سے آؤ فریاد بیان کیا کرے
آپ کا میں کیا بگڑا ہے درد دل کی کوئی دوا کرے

میر حسن نے انہوں کو عجیب موٹھ نہ ملے تم ظریف۔ تو ہی تو میرے حال پہ آنسو بہا آئینکا
موتوں سے بچھ بچھ پائے غم پر دم درد غم تو من خدا کو بھول گئے اضطراب میں
غالب سے آہ کو چاہیے اک عمر اتر ہونے تک۔ کلام جیتا ہے ترے زلف کے سر سے تنک
دلہ سے کہیں نظر نہ لگے انکے دست باز کو یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
یہ سے اس سادگی پر کون نہ مر جا آئے خدا لڑتے ہیں اور باتھ میں تلوار بھی نہیں
تسلیم کنوئی سے کیا ہوا وعدہ تو نہ ہے اگلے داغ۔ اب دھوکا بھی نہیں اپنی نگاہ کو
رہے لے دل دیوانہ امید رہا کی کس لئے۔ پیچ و خم کا ہی کو زلف پر شکن کے جائیگے
زلی دیوئی سے اس سادگی میں جو لطف ہے گفام کہاں۔ میرا انکار کہاں آپکا ابرام کہاں
دلہ سے دلو یہ شوق کرو وعدے کی دیا یاد ہے۔ وہ سے حسن سے غمور نہیں کیا یاد ہے
آؤ سے یہ لڑا لڑا سے یہ لڑو تو ہے چھا صدقے کے لئے کیا بہتیں درکار ہنوگا
شیعہ سے چھوٹ کر کہیں پونچھ جانے دوران باتوں کو بس۔ تم بھلا جاتے رہو گے شیعہ کی یاد سے
حالی سے یہ قیاس قبول دھارک عشق کی دل چاہتا ہنو تو زبان میں اثر کہاں
مست نہا کر بندہ عشق میں نہا رہا میں دھوار نہیں۔ آپ فرمے جس چیز کو وہ ہم نکر میں
چلبست کہنوی سے ہزار زبان دیتے ہیں ہونک یو فانی پر۔ اگر انیس سے کوئی باوفا ہوا تو کیا ہوتا

۱۶) نقد و الفاظ و فقرات ہوزن

الفاظ و فقرات ہوزن کا نقد بھی عمدہ گزار دیا دحسن سخن کا باعث ہو جایا کر کہ ہے مثلاً
 میر سوز نہ ترحم نہ حکم نہ تبسم نہ نگاہ کس طرح یہ دل ناستا و بے نشان ہے
 مومن سے تو فلک امرگ ہے سب غافل اب کسی کا بھی حوصلہ مرا
 ہر ماہ و طاقت مہر و رامت جان و ایمان عقل و ہوش ہائے کیا کیے کہ گئے ساتھ کیا کیا
 غالب سے بے گل نالہ دل و دو چرخ محفل جو تری ہر دم سے نکلا سو پریشان نکلا
 ہر سہ نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں انکی ہیں تیری زلفیں جس کے بازو پریشان
 نیم بوی سے تو بیش نظروں خدا مشوق ہم آغوش اب ہاتھ نہ اسان ٹھانکے دعا کا
 ولہ سے جھکے سفر اٹھنے انوش ساغیر کوخت رزحکی اٹھو مستو ہوا ہے آفتاب افلاک پیدا
 سے نہیں رسوا کر گیا، جھوٹا نام، غیر کو دشمن غضب کیا کیا نہ لایا گیا، جو جس آمد و میرا
 سے دیکھا و قاتل لہر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم چاہہ گر سے مدنا لان ہووے دل کو لے ہم
 قلم کہنوی سے خشک گل، افسرہ سبزہ، شمع چپ بالیں اداں جی بھرا با عالم گور غریبان و بکر
 انجم غلامی ہوئی سے درد کہتا ہے کہ حسرت کا بھی پہلو نہ ہے حل میں محبوب ہے، میں سز وین تو نہ
 اسماعیل میر تقی سے لون جان بیکر بھی جو فضل پہنچے جس سے طہان سے طہ جقدرے
 مست ہمارا سے دیکر حال ہی، بات ہی گھلتی ہی، چم لیتی ہے قدم گردش دوران تیرا
 و آغ سے دل سے بھی بکے ناز سے، شوق سے، ہنسی سے۔ اب انکی بلا آگہ ملائی ہے کسی سے
 جگر مراد آبادی سے فریاد کسی، کسی شکایت، کہاں کا حشر دینا، اوحو کوٹ پڑی دہ جہر ہوا
 سے ہر دم پر، ہر دوش پر، ہر ادا پر، ہر جگہ دیکھنا پڑتا ہے انداز نگاہ یار کو

۱۷) اسل مشق

اسل مشق سلوگی و حسن بیان کی اس صنف کا نام ہے جو دیکر ہر شخص لیا ہر سہجے کہ یہاں
 میرے مل میں بھی تھی اور ایسا کہنا ہر شاعر کیلئے آسان ہے مگر جب جو کوشش کر کے ویسا
 کہنا چاہے تو نہ کہہ سکے۔ مثلاً

تیرے ہر ہر جگہ ہیں بکدر سے تیرے پھر ملینگے اگر خدا الایا

سے آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
 یہ جہنم بن گیا ہے کہیں میں
 کچھ نہ بچے کہ بچے یاروں نے
 دے جگہ پلو سے بار اٹھنا ہے
 میرے کہے کی کر دل بھی تو مجبور ہے
 کہیں جو تہی ہوا ہو یہ دل
 ولہے نہیں دوسرا جس گناہ کے
 میرے تیز حال پر مست جا
 اس کہ درت کو ہم سمجھتے ہیں
 دم آفری کیا نہ آنا تھا
 میرے تھوڑے مرے دو کو داغوں نے گلشن کیا ہے
 فاکر سے بے لطف نہ زندگی بسر کر
 کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
 تیرے بھر کی جانہ اسے دل
 دل سے ابی جو یہاں سے جا چکے ہم
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
 رات سے شب جہان نہیں ملے ہے یہ
 غصے سے شاد رہو تو لے شت بسر
 دل سے دیکھ اس کو اک آہ بھنے کر لی
 جب اس نے جلائی تیغ ہم پر
 غوث سے جو کوئی پیش آیا
 قسین سے غیر کو تم نہ آئکہ بھر دیکھو
 دیکھنا زلف و رخسار نہیں برقت

ہمارے خاک انتہا ہے یہ
 ساری سستی شراب کی سی ہے
 کس توقع پر دل لگائے تھے
 دروہے اختیار اٹھنا ہے
 زمیں سخت ہے آسمان دھبہ
 وہی بغیر راری بدستہ ہے
 ہائے تے ذوق دل لگانے کے
 اتفاقات ہیں زمانے کے
 ڈھب ہیں یہ خاک میں ملائیے
 اور بھی وقت تھے یہاں کے
 میرے عشق نے جب سے مسکن کیا ہے
 کرا شک نہیں تو آہ سر کر
 اس سے جو کوئی جیا تو مر کر
 قائم کی طبع دلون میں مگر کر
 پھر تھکوں نہ مٹنا دکھائے ہم
 ملک دور سے دیکھ جائیے ہم
 صبح ہوتی نہیں ہے کیلے ہے یہ
 بھیجی نہیں آئکہ بعض کی
 مسرت سے نگاہ بھنے کر لی
 ہاتھوں کی ہنساہ بھنے کر لی
 سلج اپنی کلاہ بھنے کر لی
 کیا غصہ کرتے ہو ادھر دیکھو
 شام دیکھو نہ تم مسر دیکھو

گل ہوئے جلتے ہیں چراغ کی طرح
 غالب سے محبت ہو کہین رقیبوں کو۔ اک تاشا ہوا لگا نہ ہوا
 ہے خبر گرم اُنکے آنے کی
 مع قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے
 ایسے جبریل جائے رسید
 ولہ سے ہو یحییٰ غالب ہائیں سب تمام
 وہ جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
 وہ دل نادان تھے ہو کیا ہے
 ہم ہیں مشتاق اور وہ مبزار
 ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید
 وہ کب وہ سنتے ہیں کہانی میری
 وہ سحر کرنے پر جس کی اُمید
 وہ کب ہوں چون میں کیا کیا کہ
 جب تو نے ہی اٹھائی غالب
 لا اظلم سے بنودی میں بنا دیا سینے
 مومن سے اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
 تم ہمارے کس طرح بنوے
 تم سے پاس ہوتے ہو گو یا
 ولہ اگر غفلت سے باز آیا حجاب کی
 شکستہ صدمے حسن جالفرز کے لئے
 ہر ایک سے بلانی اگر نہیں منظور
 حالی سے رنج اور رنج بھی تباہی کا
 ولہ سے حق وفا کا جو ہم جتانے لگے

ہر ملک جسد اگر دیکھو
 اک تاشا ہوا لگا نہ ہوا
 تاج ہی گھر میں بوریا بندھا
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی اسی
 گزین و صل تو مسرت ہی سی
 ایک درگ ناگہانی اوس ہے
 پر طبیعت ادا نہیں آتی
 آخر اس درو کی دو کیا ہے
 یا الہی یہ با حیرت کیا ہے
 جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
 اور پھر وہ بھی زبانی میری
 تا امید اس کی دیکھا چاہیے
 کچھ نہ بگے خدا کرے کوئی
 کیون کسی کا لگا کرے کوئی
 بات ظالم نے پوچھ لی دلی
 رنج راحت فزا نہیں ہوتا
 ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا
 جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
 تانی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
 لگے خاک میں شفا کے لئے
 ابر کیون بار بار آتا ہے
 وقت پہنچا میری رسوائی کا
 آپ کچھ کہہ کے سکرانے لگے

مخت شکل ہے شبہ و تسلیم
 بی بی ہے لولہ رملہ پیر محمد
 ولدہ دھرم تھی اپنی پارسائی کی
 کیون بڑھلتے یہ اخلاط بیت
 زلف کوئی غارت ایساں
 ولدہ کرد یا خگر عفا توتے
 دور پہنچی تھی اپنی آزادی

ہم بھی آخر کو منہ چرانے لگے
 قافلے پھر حرم کو جانے لگے
 کی بھی اور کس سے آشنائی کی
 ہم کو طاقت نہیں جدائی کی
 رنگین شرم پارسائی کی
 خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے
 پر خدا جانے کیا تو نے

ناظم امپورنی سے دوست بنکر ہیں بناتے ہیں۔ دعوی دوستی نہیں سے ہے

سما انکسا سلا ناظم
 سالک صلوٰی سے تنگدستی اگر ہوسا لک
 تھر لکنوی سے ہیں کیا جو تربت پہ میل ہے
 آبرو مٹائی ہے آج جو سرگذشت اپنی
 مقطرہ اپنے قول دفا کو بھول گئے
 انی باتوں کو یاد کرتا ہوں

کچھ جدا جگہ دوستی سے ہے
 تندہرستی ہزار لغت ہے
 یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے ہے
 کل میں کی کہا نیان بنیگی
 تم تو بالکل خدا کو بھول گئے
 جو مری اتجا کو بھول گئے

ان سے دودن بھی چاہ نہ لکھی

چکیت کہنوی سے شجر کتے میں بن خاوش میں بلبل نشین میں۔ رہا رافلا بھول کتا بھول
 مست بنارس سے برانا کہ ہم کو فنا کیجئے گا۔ ہماری محبت کو کیا کیجئے گا
 وہ ابرو یہ کہتے ہیں معلوم ہو گا جب اس بیٹے کا سنا کیجئے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم دیوان قاسم

پھر کے بوجہ شونخ نظر کر گیا
 خاک سا اک ڈبیر سیر و بول میں
 تیرا اک دل سے گزر کر گیا
 خند برین اُس کی ہے دان بورد باش
 قافہ عمر سفر کر گیا
 چپ کے ترے کوچہ سے گزر ہمیکہ
 تاجک نالہ تو پہنچا تھارات
 میں ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا
 یون شور کا قذم آتش زدہ
 شام غم اپنی میں سہر کر گیا
 بچہ نہ قاسم کہ کٹی کید غم عمر
 یون ہوا کچھ دس کر گیا
 دل یاد ہیں وہ دن کہ تجھے ناؤ نوش ہوا
 ساغر تہے خون جگر گوش تھا
 لے لے ہر اپنے گے ہی ہوسقت جوش تھا
 جو قطرہ اشک کا بہا سوطان غور تھا
 کل نگاہ گرم تنی گشتن پہ لے نسیم
 شمع سے برگ گل لب بتالہ جوش تھا
 کچھ ٹوکچن میں کس نے مراد ل کیا باب
 ہر ایک تری چشم ہی سابدہ نوش تھا
 داند کی لہریاں میں نہ بکھانہ کچھ سنا
 جون فخر گو کہ پاس مرے چشم و گوش تھا
 گو زمرہ گر کہ خاک پر میرے ہو گرم شور
 ہنساک چہ ارج گور سودہ ہی خوش تھا
 قاسم تو اپنی ہستی نہ بھاگاں تلک
 لے خانہاں خراب کوئی یہ بھی خوش تھا
 ہر دم شرار و برق سے کیسا کیا ما
 ہر ایک ترے منہ پہ نیم فردش تھا
 جلوہ چاہے ہے اے اُس بت بر جانی کا
 نہ پریشان نظری جرم ہے بیانی کا
 چھوڑ تہہ بچے یارب نہیں کچھ گداری
 عجز نہیں آٹھ پر تھا مری تہائی کا
 حاسے ننگ کو چہ نام سے سبحان اللہ
 کام پہنچا ہے کہان تک مری رسوائی کا
 گو چر گوی دلی مجھ نے مرے کی ربحار
 مبتذل جان کے ڈوب باد یہ بجائی کا
 کس بھرے پہ دل ہلکوتا آسنے
 اسی منہ سے تجھے دعویٰ تہہ ٹکیائی کا
 صحن صحر اکسا اشک سے کرنا چہڑ کاؤ
 بس دھنا ہوں میں قاسم تری تنوائی کا

عمدے سین تیرے یاد رہا تو بخیلیکا
 دل کو نہ صرف گریہ کرتے چشم اشکبار
 ٹوٹا جو کمرہ کوئی یہ جلے غم ہے تنج
 ناصح وہ فکر کہ رسوائی ہے یہ حید
 پیسے ہی وہ بودل کو تو اتنا بھدہ
 مجرم ہوں وہ کہ رسوائی قیامت کے دن ایک
 اسے شرم اشکبار تنک سی صرف کہ
 قائم خدا بھی ہو نیلو جو جانتے ہیں نگ
 میں خوب اٹھ جہاں دیکھے وہ جہاں کج
 ہمیشہ منہ ڈاکو تاقت باغ سے ہلو
 سنے کو دیکھے پہ ہم دیون کس طرح
 بجانے کوئی رسوائی میں سے کھڑے تھے
 طلب کمال کی کوئی نیچو ز ہنسار
 میں وہ امیر نفس ہوں کہ عمر بھر جس نے
 بزرگ فخر بہب اس میں کی سنتے تھے
 نہ کھتے تھے تجھے قائم کہ دل کی کوئی
 خود بھلو نہیں تھی بیگانی کا
 نہ کہ غور تو منعم کہ ایک گشت میں
 ہمیشہ خوف میں وہ دل تو ڈھبے پھیر
 کہاں ہے یہ فانی نہ اب بختی عمر
 فلک جو ہے تو غم کی تاب نہ لے قائم
 میں نہ وہ ہوں کہ تنک غصے میں مٹی دلا
 جنتیں کجیہ تقدیر تو شب ہاشی کی

یہ رسوائی تو بختی آتش بختی
 ایسا بختی کہ ہونے سے بھی یاد بختی
 کہ قصہ دل نہیں کہ بتایا بختی کا
 اور پس بختی کہ بتایا بختی کا
 اگر پھر طلب کر دے تو کیا بختی کا
 نامہ حصے مل کا دیکھ یا بختی کا
 کتابت یہ جہاں کہ ڈاکو یا بختی کا
 بند تو نکلے پاس کہ یا بختی کا
 پر آتش کوئی دیکھا نہ مہربان دیکھ
 سو حال اب گل و شبنم کا بختی دیکھ
 خدا کہہنے سننے تمہیں بتان دیکھ
 کہ آنکھ بھر کے نہ پھر سنے گشتان دیکھ
 کہ میں یہ کہ کے نفسی بہت زبان دیکھ
 نہ میر باغ کی شادی آستیان دیکھ
 پہ جوں ہی آجکل اہلی موسم خزان دیکھ
 مرا کچھ اس کا بھلائی نہ میان دیکھ
 امید دار ہوں میں رحمت الہی کا
 فقیر کا سا بیالہ ہے تو نہ میں کو
 ہا و جرم رہیں تجھ پہ بینا ہی کا
 کہین علاج ہم اس اپنی دوسیا ہی کا
 وہ دن گئے کہ ارادہ قلب پاشی کا
 ہنس کے تک بات ہوئے تو ہنس کا
 تھک کے تھکے کا حید میں میں کا

دیکھ سکتے نہیں کیونکہ وہ غفرت فرما
 افسوس کی طرح تھی یاں ہر کوئی کہیں نہیں جا
 شکر خواہی سے ہر شے گرفتہ تو ہوں ایک
 شکر محبت سے ہے پروا کچھ کیسے داخل
 تو فی سے پہنچے ہوں بند میں طوطی قائم
 پیدا ہئی سے نہ اس بک دل رہن جو رگ
 آدھ پلوں سے میرے دل رہن جو رگ
 غریب کی آنکھ سے شکر ہے مادل لے عشق
 جس جگہ سے کہ یہ دل ناک مڑا کہ پہنچ
 سرری ہو کہ خبر تیری سب سے پہنچ
 روٹی بک روٹی لے قیس مگر نہ
 ہون تک یا نہ تو کم ہے اس عافیت
 سنکے اتنا تو کہ حیف کہ اب دنیا سے
 مصروف دیکھ دل سے دریا بہا وہ بہتر تھا
 گیا وہ دریا بہا تو کہ سے نہ گزرا
 نہیں کہ یہاں نہ ہوں سے معذرت بہت
 میں دیکھ خاک صف میں ہوں بہت مہر
 ہر ایک سے نزل کیلئے تو یاں رہا ہوا قائم
 کہ یہاں بہت نہ کہیں میں کہیں نہ
 آو لے خلک کیا ہو ہم سے نہ نہ
 شب و صبح نہ کہیں کی گف یا میں بہت
 نہ کہیں طبیعت فی ہر وقت نہ کہیں
 نہ کہیں نہ کہیں نہ کہیں نہ کہیں نہ کہیں

میں تو خورشید لب باہر ہوں توں جلا
 کہ یہ معلوم تھا یوں فلک میں کلا
 سر پہ جب آن کھڑا ہو گا پچھل جاوے گا
 لینے ہر اہلے دل سے غل جاوے گا
 آگے سو آگے میں ایک یہ غزل جاوے گا
 رہتہ عشق کا یاں حسن سے بھی لگا
 تاکجا غیب نفس کیجے کہ مقدر لگا
 چہرے کو تو محبت خاندان نور لگا
 کہ سرور ہے اس دہم سے منور لگا
 گل کی مانند وہ اس باغ سے مسور لگا
 نادر محل لیلے کہیں اب دور لگا
 رفتہ رفتہ جو گزر جائیگا مذکر لگا
 ناز و داری معشوق کا دستور لگا
 عوض اس چشم کے تو ناگہاں سو بہتر تھا
 غا ہر جہلے اب دل خوب یا منصور بہتر تھا
 یہ اس فرقت سے کم متا نہ تا مقدر بہتر تھا
 نظر ہو کہ یہ نظر میں تو رہا بہتر تھا
 ہوا سے خبر یہ بھی کوئی مذکور بہتر تھا
 مین اتنی تو معذرت کا سزا بہتر تھا
 جو ترس اور کوئی محرم اسرار تھا
 ہم سے غیبت اچھی کہ وہاں بہتر تھا
 یہ محبت کا شب کوئی حرف نہ تھا
 قیس کویت میں کمر نہ تھا یہ وہ تھا

لے لی گدھاگ میں ہمراہ دل پہن قائم
 موضع دہ کے گدشتوں کا بے تم کہیں
 شارب امدون نے پی اور خار ہم نہیں
 یہ تجب صفو ہستی پہ نقش کم کہیں
 ہوا ہوا کہ تو اس را سے قدم کہیں
 سب بے ہمتہ ہی کھنے سے کھلم کہیں
 ز بس میں کہہ کے ہر ایک بیت پر تلم کہیں
 در دل کہہ کہ نہیں جاتا
 رو برو میرے غیر سے تو لے
 ہر دم تیرے میں ہی ہوں نادم
 مان گر یہ تمکی خوشی کہ آج
 گرچہ قائم اسیر دام ہوں لیک
 دل رات کئی یاد تھی کیسا حال تھا
 شب درو دل نے شرم رکھی وہ نہ مثل صبح
 پینڈم اشتیاق تو اسکو دیا میں لیک
 ہم ہی ہر طے تری دوری میں دلت کیا
 کہتے ہیں یاد میں تری وہ سوا جاتا ہے
 جیسے بابل و دیاب جائیں کہ ہر لے تیرے
 چھوٹ کر ادم سے ہم گچہ سے گلشن میں
 کوہ دروشت میں ہی ہم زبے سودہ
 کس جگہ ڈھنڈ ہے قائم تجھے خانہ غراب
 وہ محل سے مجھے اتن نہ بھر جوتا
 تیرا اک بکٹ سے اور یہ مجھے چٹ لیک
 تیریں تو ساتھ خسرو کے چاہے کید غ

شاید میں جس کایاں کوئی خیر نہ تھا
 شارب امدون نے پی اور خار ہم نہیں
 یہ تجب صفو ہستی پہ نقش کم کہیں
 ہوا ہوا کہ تو اس را سے قدم کہیں
 سب بے ہمتہ ہی کھنے سے کھلم کہیں
 ز بس میں کہہ کے ہر ایک بیت پر تلم کہیں
 ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا
 یہ ستم تو سب نہیں جاتا
 کیا کروں پر رہا نہیں جاتا
 آلو کون سے ہا نہیں جاتا
 مجھ سے یہ چھپا نہیں جاتا
 صدقے میں کہہ تو ہوں تو کیا بھیر جاتا
 بیعرج جو شش گز بہ علی اللہ جاتا
 بارب دی وہ سجے بدر میرا ل جاتا
 بچی لڑائی قہجے میں کر تین یار کیا
 ہوں کہ بھی نہ کہو تو نے جسے یار کیا
 کاش میں ذبح کیا ہوتا کہ آزاد کیا
 پر تری قید کو صبا دہرت یاد کیا
 ماتم فیس کیا یا غم فرا یاد کیا
 جائے کوئے جنگل کو لڑا یاد کیا
 اگر مرا اثر آدنا سہر ہوتا
 لے دل میں اپنے حسرت روم سن گیا
 پتھر تپا تری چاتی پہ سوا کون گیا

اے تاب ضبط نالہ کہیں منعفی بھی ہے
 تو سے د کشتوئے ہیں ہر اک سمت لگ چلے
 ظالم تو میری سادہ دلی پر تورم کر
 لے گردشی زمانہ تری کج روی کے بچ
 سودا تو اپنے حال میں مدت سے مست
 ہم میں جنہوں نے نام چین پو نہیں کیا
 ہم ہی ہوائے وصل میں اس گل کے سد پر
 وہ خوب ہے کون سا جگ میں فرشتہ نش
 لیے تھے پھر قریب ہے شام شبنم فراق
 قائم کا مسلح سے تو دیتا ہے گالیان
 ہے نفس گل نہ روئے گریبان دیکھنا
 جب تک ہے شل آئینہ ارکان دیکھنا
 پل مائے کس ہے اشارہ منہ متعم
 بہتر ہے گئے یار سے رخصت ہونے تک
 سرنے گفت کو بازہ کے آیا ہے بختہ تک
 نیاید کہ دل مرا بھی کہیں ہوئے اے نسیم
 قائم قدم سبھال کے رکھ کوئے عشق میں
 قدم تو کس کا تہ کو میں پیر گیا ہو گا
 تو دل کو ڈھونڈ ہے سینے میں اب تک اعظم
 نکلے زلف کے کوچے سے دل میں دیکھا ہوا
 کہ سے تھا اپنا قدم بوس آپ شب قائم
 گلی سے اُس کے جو قائم کو لائے ہم تو کیا
 رہتے ہیں میرے دل پر اکثر ہزار سودا
 کب تک رکوں میں آہ کیجا تو چین گیا
 لیکن یہ اب تک نہ تروا بائین گیا
 روٹھا تجھی سے آجی اور آپ میں گیا
 یکسر لڑن ہند سے شروعتی گیا
 قائم رہا تھا ایک سو اپنے وطن گیا
 آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں گیا
 جسکا صبا نے طوف سر کو نہیں کیا
 دور در تک ہم جے بد خو نہیں کیا
 یہ مرحلہ تو اب تیں یکسو نہیں کیا
 جس کو کسی نے آج تک تو نہیں کیا
 جو کہہ کے بہار سو ملک مان دیکھنا
 دکھلائے جو ملک سو ری جان دیکھنا
 بلک اس ستم ظریف کاہستان دیکھنا
 باقی جو زندگی ہے تو پھر آن دیکھنا
 عاشق کا اپنے ملک سر و ملان دیکھنا
 کوچے کی اسکی خاک لڑاک چلن دیکھنا
 یہ راہ بیطرح چوری جان دیکھنا
 گیا بھی ہو گا کیسا دوسر گیا ہو گا
 کہیں کا خون ہو آنکھوں نے گر گیا ہو گا
 جبار خط میں کہیں آ کے گھر گیا ہو گا
 تری گلی میں کہیں یار پیر گیا ہو گا
 یہ نہ لہر نقش ہے اب تک کہ چر گیا ہو گا
 میں ہی ہوں جو شہنا تھا یک سر زار ہو گا

خدا ہی جانے کہ رنجش کا کبھی ہوا ہوا	نہ مجرم اسکا ہے ثابت نہ کچھ مری فقیر
کیا جو خوب تامل تو کچھ نہ ہوتا باعث	ہاں میں اس سے گزرتا ہوں عزت کا یمن
نیا دق کی مرض کے ہے بیان دوا باعث	دو چند گئے کی تیر ہرے ہوتی تپ مشن
اگر جب کھٹنے کی ٹپنے کے ہوا باعث	کہو گستاخ دم مرد سے یہ دل قائم
بجز مرگ کچھ بھی ہے تیری جوار کا طعن	نہ وہ کہ تو کہے ہے ہرگز نہ کا صحن
بہتر ہے اسکی کیا دل افکار کا صلح	جائے ملک جو سورتہ اسکا سکتے ہاتھ
کچھ ہو سکا نہ دیدہ و نسا کا صلح	اے نبیو لہ یہ دیئے کیو نہ اب ابو
بہتر ہے جو کیئے دوجہ کا صلح	قائم لے ہیں روگ ہوا فیاض اسکے مانتہ
آپنی ہو کچھ جو کچھ ہے تو افسوس کے بیچ	وقت نہ ہوتا ہے تو دل غمت میں تو ہر کیچ
جیسے رتبہ صدامتہ زنجیر کے بیچ	گرچہ ہوں پیچ میں دریا کے ہون
غدا ہر آب تہی تجھ دم شہیر کے بیچ	قشہ لب رنگے کتنے ہی تمہ کو پے میں
ہے یہ دوبات کہ آتی نہیں ہر کیچ	نہ صحو پہ نہ احوال خوشی جہ سے
جی ہی جاتا ہے اک کھٹل کا کینہ کیچ	ریت آنا بھی ہے اک لطف نہ ہاشک ظالم
کچھ ہوا کہ اثر نالہ سبگیر کے بیچ	بس کرے کہ تیر روز نہ تیرے سے اب
میں کو توڑیو نہ ہے کیا فاکت اکیر کیچ	گر تو بھی تو قائم جو ملے دولت فقیر
کہہ تو لے دل یہ ہے کہاں کی طرح	ہرگز نہ میں جہشت کی عسیر
میں تو رکت تھا اسکو جلاں کی طرح	بیکسی جی کس کو سوچ مردن کی
یہ نہ آتی مری نعتان کی طرح	مشق نہیں ہے ایک مدت کی
جو پوئی میری آہشیاں کی طرح	اچھے صبا کے تو کبھی نسیم
کون کی ہے یہ امتحان کی طرح	جانے یک نہ نسیم نہیں مرے قنہ
مکپ لگی دل میں اس جہان کی طرح	اب تو ہر پوئی ہو سو ہو قسائم
من نور شمع کب ملامت رکھ لاتی بوج	کیفیت شب جاگنے ہے تجھ جوتی ہے
تمام لطف اسے شمع میں ہیں ہر گستاخ	جب ہر چیز میں زبان ہوں اگر گستاخ

جن زمانے کا غافل محل مہریت ہے
 ایک آویں لکھون میں نوب گتے
 نہ محبت میں نہ خون گریہ تھوڑے
 شکستہ دل میں ارب ہوں بے لطف
 ہمت کے رہتے قاتل مظلومیت
 لکھتے دل پر یہ دشت کو بے لطف
 شوق سے کاہر سے دل بے صیاد
 ہوا ہے تار نفس رشتہ پر پروانہ
 ہر چیز میں نہ مسنون ہوتا لیکن
 کئی بے لطفان آئی گل جیسے پاؤں
 قفس میں تنگ نہیں ہیں ہی صرف سے قائم
 غم اس کے نہ لیا دل کو نہ کی جان پسند
 دل کا چھیننے سے یہ نقش ہے جو کہ کہیں
 ایک بیشہ کہیں ہم کہ بزمہ تاجان
 دے اس دل پر کہ سبب طلب ہے معلق
 گو کہ قاتم ہے کہ فربہ یوں پیش کو
 نہ لبک ہے مری تحریر ہے بجان کا غم
 کہوں میں کہ لکھ کتابت تجھے کہ سوئے
 مرا خط اس کے پہنچا ہے اس نہ بے مشور
 کہ ہے بے بیخ خط ہے نہیں تو بدو ویک
 نہ کہ ہے خاک ہے یہ ہمیر و موت کی گل
 مٹی ہے کہیں ہوا خطا خط کہ اس کو
 یہ بے لطف ہے خطا کہ نہ فاسد

جو آگیا ہے تو یاں سے قومت گز گشت
 گزشتہ زمانہ ہو مہر گشت
 بے لطف شگ کو کئی بے مشور گشت
 لکھے قدم پر تری زلف شوق رگشت
 خدا کے دے سے سے قوم کو گزشت
 تھے قفس سے جن مجھ تنگ ہے صیاد
 بننے پر تو دل کو نہ تنگ ہے صیاد
 ہیں تو زندگی قید فرنگ ہے صیاد
 ہوز و حشر دل کو ترنگ ہے صیاد
 ری رہائی میں اب کیا دنگ ہے صیاد
 مے بھی نالہ و افغان سے تنگ صیاد
 اور کیا چیز ہے گھر میں جو ہو حمان پسند
 آگئی پہر کسی کا فری کوئی آن پسند
 اپنے جیکو نہ آیا کوئی عنوان پسند
 آداس سے کہ اسلامین سامان پسند
 پر تن چاہیے ایسا کہ ہو دیوان پسند
 صریح غم سے کہ تہا ہے منت فعل کا غم
 سوائے ختم مفید اب رہا کہاں کا غم
 ہے پاؤں سے دیکھے ہے امان کا غم
 کہ صریح میں میرے قلم کہاں کا غم
 ہو رہی ہے جس طرح زراعت کا غم
 ہے کہ غم سے کہہ بسم کی لکھ کا غم
 ہو اسلئے امانت میں کہ گمان کا غم

سہ شعل نہ زندگی بسر کر
 مے طول اہل نہ وقت پیسری
 کچھ درد من ہے نہ رہی بھی
 توڑا تو مرا سبک تو لے آہ
 کچے کے سفر میں کیا ہے نرا ہ
 نصیر پہ گھر کی جان لے دل
 ہوا لے اب دکان ٹک تو بس کر
 نہیں کبت میں دل ترک تنہا
 بول پر کہ ہی ہے جان صیار
 نے بس فاصلے کو پے پہلے
 فریب باغبان پر ہو کے فاصل
 نچہ پر مانت نیری ابا صیار
 بسا وچ ہے قلم کوئی دن
 کس کی آنکھوں سے شب بوجھ لہو چا
 اشک آئین سے اُلتے دن
 ہم وہ آفت طلب بن گئے ہنس کر
 پاویں کے رات رو پا ہون
 دلو دیتا ہے پونا کوئی پیاسے
 تجھ سے حیرت زدہ کیلے قلم
 خج و فاسد تہہ یا بہو فانی تقدیر
 غفلت میں کیونکہ ہمارا ہوا آہ سبز
 بہت کسی ہی طے سے ہم غم آزد
 ہوئے نہ شام زلف کے لگے تری سفید
 گر اشک نہیں تو آہ سر کر
 شب تھوڑی ہے قصہ محقر کر
 اس سے جو کوئی جیسا تو سر کر
 کچھ اس کے بھی دلیں اب اثر کر
 بن جائے تو آب سے سفر کر
 قلم کی طرح دونوں میں گھر کر
 ابھی تو کھل گیا تھا تین برس کر
 پہ جتنی ہو سکے آفتی ہو س کر
 نہ لے چنگ میں عالم چھو کس کر
 عبت مت غور لے باگ برس کر
 نہ لے بلبل اکٹھی خسار و خس کر
 مے ہم آب و دانہ کو ترس کر
 لے جو ن گل پیاسے کاٹ ہنس کر
 اب تلک کھینچا ہون سوخ خار
 صفت جانی ہے اتہ سے یہ ہار
 زخم شیر مرہم زنگار
 غرق خون ہے ہنوز جیب و کند
 یک کیا کیجئے خراب سہ کار
 کیجو آئینے سے لوح مزار
 آشنائی اس قدر آشنائی تقدیر
 اس بات میں کہو ہنوا پرگ کا دہنر
 ہوئے کہو نہ سے فلک رو سیاہ سبز
 ہرگز نہ ملتے ہو تیس دن کے دہنر

آف از خط کا ہے تہے عارض پر مجرہ
 شطے کے یاں جگہ سے اُگے ہو گیا و ہنر
 ایسی جگہ سے سر پہ ہوتے گا و نضر
 جس کے حضور ہو نکلے تیغ شاد ہنر
 مریعے کو خشک سحاب کم نہ یکہ
 بل اُمتے کہ ہے تری اک نگاہ ہنر
 روستے گئے گی سے تری بسکہ اہل دل
 ہے انکے فیض چشم سے ہزار راہ ہنر
 قائم و درو دل سے نہایت ہے یقین
 ہر دہ افش ہیں ہرے عشوق ہنوز
 اکرم تو چین سے بچے گلچین روزگار
 ہوتا ہے گہر سفید تار نگہ گاہ ہنر
 ہر جی غریب کدو بسان بیشتر کہ آہ
 کاوش طلب ہیں تختے خیم کہن ہنوز
 دامن نہ بچ خاک سے میرے و مشعل نو
 قاسم نہ مجھہ مزار پہ روتی ہے یکست
 میں ہوں سیرہ کرتا ہوں سیراغ ہنوز
 شمیم زلف کا کس کے چین میں ہوا لکھ
 میں کہہ مرگ بھی قائم ہوتا نہ گردش سے
 خط آج کا ہے مجھ سے کہ آج کل ہنوز
 عالم سے حیف جس کے لئے کی میں دشمنی
 ہر وقت پر اٹھے تھے سوسنزل پہونچو
 اک پہلا جودل تھا سونگھتے ہوا رنگ
 انکار ہوسہ دتے جو قائم کیا تو کیا
 صحت کا جی میں جاؤ نہ آزاد کی ہوں
 جہ نہیں جی گو نہ چاک نفس سے تو کیا کہن
 کہ مذلیب گل جو پہاڑا ہے یہ بین
 و بلی کی چہ انی چنکوا باک ہونا ہوا
 تو کہ تو دیکھ تیغ بلف اس کو نہ موڑ
 شطے کے یاں جگہ سے اُگے ہو گیا و ہنر
 جس کے حضور ہو نکلے تیغ شاد ہنر
 مریعے کو خشک سحاب کم نہ یکہ
 بل اُمتے کہ ہے تری اک نگاہ ہنر
 روستے گئے گی سے تری بسکہ اہل دل
 ہے انکے فیض چشم سے ہزار راہ ہنر
 قائم و درو دل سے نہایت ہے یقین
 ہر دہ افش ہیں ہرے عشوق ہنوز
 اکرم تو چین سے بچے گلچین روزگار
 ہوتا ہے گہر سفید تار نگہ گاہ ہنر
 ہر جی غریب کدو بسان بیشتر کہ آہ
 کاوش طلب ہیں تختے خیم کہن ہنوز
 دامن نہ بچ خاک سے میرے و مشعل نو
 قاسم نہ مجھہ مزار پہ روتی ہے یکست
 میں ہوں سیرہ کرتا ہوں سیراغ ہنوز
 شمیم زلف کا کس کے چین میں ہوا لکھ
 میں کہہ مرگ بھی قائم ہوتا نہ گردش سے
 خط آج کا ہے مجھ سے کہ آج کل ہنوز
 عالم سے حیف جس کے لئے کی میں دشمنی
 ہر وقت پر اٹھے تھے سوسنزل پہونچو
 اک پہلا جودل تھا سونگھتے ہوا رنگ
 انکار ہوسہ دتے جو قائم کیا تو کیا
 صحت کا جی میں جاؤ نہ آزاد کی ہوں
 جہ نہیں جی گو نہ چاک نفس سے تو کیا کہن
 کہ مذلیب گل جو پہاڑا ہے یہ بین
 و بلی کی چہ انی چنکوا باک ہونا ہوا
 تو کہ تو دیکھ تیغ بلف اس کو نہ موڑ

یال ٹم ٹم نام اب ہیں سارا بھگ آتش
 کیا جس دغا جگہ یہ سینے میں ہوئی خاک
 دل جاسے سو کید ہر دو ہر آب اور اور آتش
 جس گھڑی طع بس کو گئے چنبر آتش
 مہر آپ کو کہتا ہے جہاں فل در آتش
 جرات سے طلب کہو یہاں آن کر آتش
 دیکھی ہے چہ می را کہ میں ہم بیشتر آتش
 ہم نہ شایستہ لبس نہ سنہ و زعفر
 ہمز روغ حبلی سے تھے خرید اقص
 ایک کیا مہانے پہ نکلے کب عرض
 فائدہ حاصل بہت مطلب عرض
 یعنی طمع نہ کہ ملک دون سے انبیاء
 چنپا کسی کے دلوں کو دلوں سے انبیاء
 مللی بغیر چاہیے محبوب سے انبیاء
 ٹپکاڑے سے دیدہ بد خون کو انبیاء
 شاعر کے دلوں مہر نہ موزوں کا انبیاء
 بہش فوسل پہاڑ سے کیا حفاظ
 باد وہ خوشگوار سے کیا حفاظ
 بس ہیں انتظار سے کیا حفاظ
 دیدہ اشکبار سے کیا حفاظ
 خوبی روزگار سے کیا حفاظ
 ہیں ہم اسیر بھدا فانی دنگے سے محفوظ
 آگ لگیو تجھے نے بجن آزادی سے یہ
 ہوتی ہے پردہ فانی میں رسوائی سے
 آپ ہی رشتے میں ہے بجز گیرائی سے
 یال ٹم ٹم نام اب ہیں سارا بھگ آتش
 کیا جس دغا جگہ یہ سینے میں ہوئی خاک
 دل جاسے سو کید ہر دو ہر آب اور اور آتش
 جس گھڑی طع بس کو گئے چنبر آتش
 مہر آپ کو کہتا ہے جہاں فل در آتش
 جرات سے طلب کہو یہاں آن کر آتش
 دیکھی ہے چہ می را کہ میں ہم بیشتر آتش
 ہم نہ شایستہ لبس نہ سنہ و زعفر
 ہمز روغ حبلی سے تھے خرید اقص
 ایک کیا مہانے پہ نکلے کب عرض
 فائدہ حاصل بہت مطلب عرض
 یعنی طمع نہ کہ ملک دون سے انبیاء
 چنپا کسی کے دلوں کو دلوں سے انبیاء
 مللی بغیر چاہیے محبوب سے انبیاء
 ٹپکاڑے سے دیدہ بد خون کو انبیاء
 شاعر کے دلوں مہر نہ موزوں کا انبیاء
 بہش فوسل پہاڑ سے کیا حفاظ
 باد وہ خوشگوار سے کیا حفاظ
 بس ہیں انتظار سے کیا حفاظ
 دیدہ اشکبار سے کیا حفاظ
 خوبی روزگار سے کیا حفاظ
 ہیں ہم اسیر بھدا فانی دنگے سے محفوظ
 آگ لگیو تجھے نے بجن آزادی سے یہ
 ہوتی ہے پردہ فانی میں رسوائی سے
 آپ ہی رشتے میں ہے بجز گیرائی سے

شجہ کی رشتہ اندہ پہرے میں آئے ہو ہیں
 آہ چہ دانے کو تو کہہ نہ سہا باقا تم
 ہفتش بچنے کی ہے آپ شرع
 کیوں نہ اتر ہو آئندہ کون سے چشم
 غیب میں جسا کر ان کچھ میں سے مال
 نہ مٹتے ہی اس کا کہن نہ قائم
 جان باب ہے دل نگاہ کس سے نہیں ملتا
 اس میں ہیں کیجیے کہ کچھ سر پہ لے نسیم
 ہر ہے ساقی کہاں اب جام اور دنیا کھر
 ہو ہے اور باغبان کو ننگ ہو تجھے دیکھ
 ہر ایردن کو تو تکلیف لگشت جن
 جیتے ہی قائم کے ہو کچھ بحر من یاد دن کا ہر
 جس سے ہے دل پر میں سے جانے داغ
 خون پھوٹا دل فخر لالہ کی طرح
 بیج آتش کیوں نہ ہوئے عرش تک
 کیا کہن دوری میں تیرے کیا الم
 دل ہے قائم اتک مدد سر و چہشت
 کہ امتحان ہو کے تو خود خواہ کی طرف
 اٹھنا ہے کہ غبر سے صحت رہے تو اکیم
 سیکھ ہو کس سے سخن کہو یا نہ ہو چاہا بل
 لار کو کھو عتہ و دانہ از او دور
 کس بات پر تری ہیں کو دن اعتبار ہائے
 رہا ہے نہ مے کون بدستک انی مل

آپ کے واسطے اگر مر ہو مٹو اسی شین
 ایہ کو خلق کی نظر دیکھا جہنما کی شمع
 تو بھی کہ وہی تو ہے آپ شرع
 کی ہے لڑکوں نے یہ کتب شرع
 میں سننے ہی کیا جواب شرع
 پھر کیا تو نے انصاف شرع
 نرٹ میں بخور کے ہیں یہ لازمہ جلاخ
 ہے مزاج کیا یہ گلشن اور عید داغ
 دل میں تانستی میں گلشن کا گلے نہیں ملتا
 فخر دل کو پہل کے حق گل نسوخت
 کوئی باقی ہے اب دل میں پہلے میر داغ
 آگے پہل کے آتی ہے خوش فخر داغ
 سے نہ لے غم داغ بد بالائے داغ
 تاکجا کرتا رہوں افسانے داغ
 دل سے اٹھ ہے مے و ریائے داغ
 دیکھتی ہی چشم نابینا کے داغ
 جس میں اس گل کے دلیر جا داغ
 میں بکھرتا ہوں اور تو کی تورا بکھرت
 بیمار ہوں میں مثل گھبراہ بکھرت
 تم کی طرف جلو جو تو تورا کی طرف
 میں ایک طرف ہوں اتنے سنہ لگا بکھرت
 افر بکھرت ہے تو انکار بکھرت
 میں ایک طرف ہوں تو کھرت

و قل ایک ست کو جس سے میں ہیں خاکس — سریشے بہرین ہن خسریا ریکلسف
 دیکھا کہ نہ اس دل بانشاد کی طرف — کرتا رہا تو انجی ہی بیداد کی طرف
 تو صند پتا ہے پاس کے گپے کا بوسہ خون — جلوے اگر تو اس ستم آباد کی طرف
 جیسے ہیں گریہ نہ کہ دل کر کے خراب — آٹھ ہے چشم اب تری بنیاد کی طرف
 جس گل نے شعلے لائے ہل اٹھا دیا — رکھتا ہے گوش کب مری فریاد کی طرف
 قائم تو ہی تھکے نہ کہیہ رہی تھکے — ہونا پڑے لا حضرت استاد کی طرف
 پاس اخلاص سخت ہے تکلیف — تاکجا خاطر دینے دینے عین
 چشم و دل سے تھی چشم ہیں — کہ نہ گریے کے ہو سیں گے حریف
 مجھے تلخ ہو گیا جو فصل رہیے — کہے اشجار سے کہ ہے فریغ
 یوں کہہ دیتے تھے نہ ہی سانی — نائی معلوم کو بہتے قیف
 اپنے کو آپ وہ نہیں پاتے — فکر میں تجھ کر کے ہیں جو ضعیف
 کیون نہ دای پر شمر قائم کا — ہے وہ اس کی آخر شش تصنیف
 اے محنت آزمائے عاشق — جب خوش ہو کر مر ہی جائے عاشق
 قاتل کی طرف سے ہونہ و عدا — بس ہے یہی خوبہائے عاشق
 توار محبت وہ کہنیتا ہے — کافی ہے نگہ برائے عاشق
 سود بھی جفا پر منہ نہ موڑا — رحمت ہے تجھے و فائے عاشق
 شرمندہ نہ ہو نکل جگر سے — اے ناکہ نار سائے عاشق
 ہجران میں بھی رہ گیا نہ قائم — بس بس تو اور رکھائے عاشق
 ہر پردہ میں میں جو طوفان ہندیر خاک — کیا جانیے کہ کون یہ گریان ہے نہ یہ خاک
 جنت لعلب عشق کی دولت ہوتے ہیں ہم — داغوں سے دل کے سیر گلستان ہر خاک
 آلودگان گرد کو منہ نہ بدجہ سہل — اکثر شہا ہے سچ تو پہاں ہے نہ خاک
 دو تھکے زخم شہا کی ہے میان — دیدار کا ترے کوئی حیران ہے نہ خاک
 قائم نبال زلف میں جو کوئی رہ گیا — تا حشر اس کی خاک پریشان ہر خاک

دل دیکھے دیا میں تجھ کو جان تک
 آلودہ سوختن ہوں یکساں
 بان نالہ کہ ہے یہ وقت امداد
 آہستہ ہو لے نسیم یکدم
 تو مجھ پر ہے شمع بزمِ امسی (ق)
 دیا تو ہے ڈمیر آلودن کا
 کوئی اب مہ مزار پہ لائے نہ لائے گل
 آوارہ و گریبن میں مہ بان پر نسیم
 جیل نکر تو شور کہ جہے اسیر ہیں
 نالوں سے غم لیکے آیا ہے ہی تنگ
 جیل تو باغیان کا قفا غل نظر میں کہہ
 جہے اسیر ہیں کہ ہوئے اسگھڑی رہا
 قائم وطن کے بیچ تو اسودگی نہ ڈھونڈو
 کو شبِ عشق کہ جو چاہے افسردن دل
 بیچ خون رات دھر دیش سے گزری تھی گر
 تو آوازِ جہیز و ملک بھی نہ سینہ سے گرا
 ہن شبِ غم نہ سحر ہو کہ بجے گرسے
 کیونکہ صیادِ بہترین خون کے انگوٹھے سے
 شب میں قائم تجھے اس بزم سے جلتے کچا
 اب کی جو بہان سے جائیگے ہم
 شکل ہے نہ آتا تجھ کی پس پا
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
 جیسے جی سے ہاتھ اٹھائے لیکے

اب اور چکر کروں کہان تک
 لے برق سے بھی آشیان تک
 پہنچی تو ہے آواز آسمان تک
 ہمراہ ہیں ہم بھی گلستان تک
 میں سات ایک تھا اس مردان تک
 دیکھا تو لگا ازاں استخوان تک
 ہیں ملخ نیکی کے سگر پر بیدار گل
 آئندہ تانہ ہونے کوئی بٹلے گل
 کل بیدار کرتی تھی جو مد لے گل
 کس نے مہ مزار پہ اگر چڑھائے گل
 ہم بھی کسی زلزلے میں تھے شعلے گل
 جب لڑکھی تھی خاک میں نشوونو گل
 ہر خار گلستان میں ہستہ پائو گل
 موت ہے شمع کی مانند ہمیں مردن دل
 گریہ یکدم بھی تو ہو ملخ خوں خوردن دل
 اپنے مذہب میں ہے کچھ کفر تازہ ریلن دل
 ہے عینِ آشک کباب وعدہ آور دن دل
 پنہ سچ نفس ہے ہے افسردن دل
 یوں بھی کہیں ہوئے سپہیادِ بہن دل
 پھر تھکوں نہ ہنہ دیکھا سینگے ہم
 پردہ بھی سہی نہ آئیگے ہم
 ملک دور سے دیکھ جائیگے ہم
 باتیں نہ تری اٹھ جائیگے ہم

اسپر ہی کر میں ہے دغیر
 قاتم ہی نہ ہر کا ٹینگے
 جب صبح پہ اپنی نگین چشم
 دیا دریا بہا گئیں چشم
 ہوں شک ہوا کے آگے روکر
 نظر دن سے مجھے گرا گئیں چشم
 ملا تہا میں شب پر گریہ صبح
 برا تھے ہی جان کا گئیں چشم
 نب بہ نہیں میں رو کا تہا تم
 دیکھا کہ ہیں لبسا میں چشم
 جوں غل شمع کب ہی رہیں ہمارم
 سے پہنچو دھن میں ملک ہیں نسیم
 تیس ہمارے دل کو نہ کوئی کرے تیز
 قاتم جگہ ہے روئی یہ حالت تباہ
 کچا صبا کے پاؤں ہنکر برنگ بد
 کیا جانتے تھے ایک دن ایسی بلی باوی
 حق کا تو وصل دور ہے ہیرا نہ بیگا
 کب شمع یاں تک گئی سرے گذر کہ ہم
 روکے ہے کون تجھ مری مشق نے کب
 جھگڑے ہے اشک گرہم مرا آہ سرد سے
 جوں شمع بجے موت ہی گزری تمام عمر
 قاتم نہ کہتے تھے کہ نہ مل ان بتاں سے کلم
 میر صاب پہ کہاں مرغ چین میں پڑ
 غربت میں مرا حال جو تو دیکھے ہے قاصد
 جو جہر و آشفہ نہیں یہ لگائے شوح
 ناندہ نفس آپ سے جا بہوں میں ہر دم
 اچھا تو ہے قاتم کو باویں جو اسی طبع
 تجھ زلف ہی کے جو نہ گرفتار ہے بین
 جزا تک آہ روکتے نہیں بڑا ہر دم
 آواز دے ستر ہیں بڑا بک فبا ہر دم
 واقع ہوئے ہیں سب کو سیرہ روزگار
 اس صحن گلستان کے ہیں ہی دلا گار
 آفوش گل میں ہوتے تھے سنت بیچار
 اس مرتبہ کو جو بیگے بے اقدار
 چاہیئے گرجہ سینہ خراشی کو خوار
 رکبت ہے کب فنگ پر سوز جلا کر
 ہلا دھر سے داغ جگر جو سپر کبر
 دیکھیں تو پہل پہنچے ہے تو خورشید گر
 بکتا ہے کوئی ایسے ہی شام دھر کر
 اب شگ آستان سے تو اسے کچل گم
 گل کتر دن ہوں سورنگ میں ملد سخن میں
 زخار نہ کیو اسے یا ریاں وطن میں
 لبش کو تو سے دل تھے زلف کی شکل میں
 اک بہت لا مق ہے سفر جھک وطن میں
 یہ آگ کا شعلہ نہیں کہنے کا کفن میں
 اک عمر ان اجڑے کے بھی جوار ہے بین

جوں صورت آئینہ تھو مجھ سے
 بیدار غی شب شیخ کی ثابت ہے دلیکن
 ایک ہی جنان احقر اٹھا تا سیر ہے
 دیکھ ہے جنوں نے تجھے سے پرف غولی
 پا چہرہ ہے ذرا حال خزانہ کو قائم
 ہزار ہویا غنی لوگ کہنے میں
 جو لوٹ جائے تنگ پر ظلم سہی کا
 مجھ کے شبیرہ دل کو شکوہ ہے بیت
 نے یہ سب غنیمت ہو بھی اشک لہز جگر
 یہ جانتا میں نہیں ہوں کہ دل ہے کب تو اقم
 غلام کہ ہے جس دہبت طراز کبان
 ہری اس قدر مٹا ہے چلے سرو غلام
 جس سے غم کے تو جہ سے میں کہتا ہوں گم
 تو کہ نصرت ہے بس اے عیاش گشت کویر
 غمزدہ چشم نے ادا ہے مجھے اب تیرا
 قاتل اس باغ میں جہل تو بہت ہی لیکن
 کوئی گشت راہو کوئی مجبور نہیں
 پاؤں بھی اپنے ٹھرتے نہیں اندر سڑک
 ادا ہے جی بے مشورہ جی ہے میری حق عمر
 جا سکتی ہیں انوشی دل صاحب کرینا
 یہ وہی وہی مضمون ہے میری دل کو
 اسیہ موت سے ہوا غمزدہ سیر دوچار
 ادا ہے جس سے پارہ کواش کی نہ

گزشتہ میں تو پیا ہے پس دیوار ہے میں
 کیا جائے کس کام میں بیدار ہے میں
 ہر چند گریبان کے گنئی تیرے ہیں
 سہاگن سے تازہ لیت غمزدہ ہے میں
 یک عمر میں اس گھر میں ہی غمزدہ ہے میں
 کہے ہے غمزدہ صفت خضر کب سفینے میں
 ہزار گنج ہون ظاہر مرے دینے میں
 بجائے باد وہ ہے اس آگینے میں
 میں گو کہ لعل دگر غنم کے غریبہ میں
 ہے آگ غلش سی ہے ہے دھام میں
 یاد حق کرتے ہیں یہ طالع ناساز کبان
 تو بھی ہر چند ہے سوزوں ہے یہ لانا کبان
 کروں شکوہ زری بیدار کا آواز کبان
 تاب نہ متا کہ عداقت پر ہزار کبان
 اے مسیح لب جان بخش ہے اجاز کبان
 دل کیلے نالے سے جس کے ہوا آواز کبان
 ہم سمجھتے ہیں جہاننگ کہ ہے مقدور ہیں
 دیکھیں لیجائے کہ ہر یہ سرود شور ہیں
 نہیں معلوم کہ کیا بات ہے غمزدہ میں
 یکہ جب ام اور جو سال کہ ہے حبیب ہیں
 یہی آئینہ ہے میں ہے کہ ہے لب کین
 تو کہ گشت کو ہم گشت سیرت کو ہیں
 یہی ہر وہ جو ہم گشت سیرت کو ہیں

میں کہا مہدی کیا تہنات
 لے صبا دشت میں یہ سرگردان
 تا کجا امتحان صبر کہ شریخ
 یار اگر چاہتا ہے وہ قاتم
 لیے صریح قد سے صدافیس
 ظالم تو یہ بخان کہ تجھے خرابوں میں
 اپنا منہ بچھے بھی بڑھکارتے بغیر
 جو سپرد دہری پاراں دوئے غیر
 ہوتے سو کہ جو غیر ملکہ کو اختیار
 آئے خزان چمن کی عرف گرمیں زو کون
 انہوں سے جائے اشک گرمیں گل بچکان
 کہتا ہے آئندہ کہ ہے تہا ہی ایک اور
 انکھوں کا دھوا بخش دو مسیان
 قاتم یہی میں ہے کہ قیدیہ شمع کی
 عالم میں ہیں اسیر محبت ہر کہیں
 ہوتی تھی چشم دید کو تیرے یہ جوں جہا
 رہنے دو میرے نقش کو ہو جلے تا غبار
 معرف ہے سب یہ بالمش صبا دلا تیرے
 روتی ہے تو لوگوں ہی کو شہنشاہ تو دیکھ
 کرتے تہا کو میں وہ اپنی غلام ناز قلعہ
 کہنے لگا یہ دیکھ کے احوال کو مرے
 کیا شہنشاہ ہیں دینی ہے اسے عزیز
 قاتم یہ نفیس صحبت سودا ہے وہ نہ میں

ہنکے کہنے لگا کہ یا دہنیں
 خاک مہنوں ہے گرد و باد نہیں
 عاقبت دل ہے کچھ مباد نہیں
 جان کچھ دل سے تو زیادہ نہیں
 معنی مھر مستغفار نہیں
 دلہنوں میں ہواں نثار وہی آتشا ہوں یہ
 ایسا نہ کیجو کہ کہیں بیزا ہوں میں
 جو کچھ نہ بکشت عاف سے بکشتا نہیں
 تا کہ بقول شریخ نہ شہر و ہوں میں
 غنچہ لے گون کو صبر گرمیں زو کون
 مظلوم گرمیں گرمیں ترانگ و لو کہان
 باد نہیں تو قاتم میں تھے بعد کون
 جو چاہو مے سو کیو کہ پھر کہو کلان
 ایسی جو میں منسا کون ہے مظلوم
 لیکن ستم کس پر نہیں استغفار کہیں
 لے نین میں آپ نہ آیا نفس کہیں
 بجا لگی آواز کے نسیم سر کہیں
 ہیں نہ بہر لہو خوں سے تو ال ہو کہیں
 محو طے ہے اس طرح سے کسی کا جگر کہیں
 اس میں جو آئے پڑتی ہے مہر نظر کہیں
 ہر نام تو کیسے تین یاں نہ کہیں
 تہا پڑا ہے تک خدا جا کے مگر کہیں
 زنی غزل سے میرے آتا ہے کہیں

صحرایم اگر جنون بجے لائے قباب میں
 اُس شعلہ خورے کب حرارت کیہ داغ
 قافلے تیرے ہاتھ میں زندگی قباب
 چون بجے مجھے موجب ہر نفساقتی بخیر
 قاتم کہ کس طرح سے ہم بیدار خست ہو
 دعو جو بے روزگار شہر کی ہیں
 آدیک سے بھی یہ جیب نہ ثابت کیا
 ہر کی مانند نزاکت کا میں دیوانہ ہوں
 صحرای نوئی ہے خط اس کا لکاش
 قندے زلیت کی ہرگز بھی پنوں میں باب
 آکھا کاو جہاں دست فلک سے ہوتاہ
 ہلے قاتم ہے خوابان سے توقع یہ نہیں
 جہا کوئی جہان میں آفتہ سر نہیں
 شام شبہ ز بوی صبح زندگی
 قاتم قاطع سر پہ پہننے پر خراب خود
 جاتے دراصل کو کب تم بجا رہو ہیں
 دانش کی دلی اور کوئی راہ ہی نہیں
 قبل غدر تو واں ہو جہاں طلال بھی ہو
 ہم جوں کیسر ہم کہ کوئی چشم تر نہ ہو
 لے وہ کہ شمس سے شعلے کو کرتا ہے تو بلند
 آوارہ دیکے جانے سے آخر بوی میں لٹک
 پتیلے دل اگر تو مئی عشق و مشہول
 قاتم اسبغہ و ضروری ہے عرض شوق
 کچھ ہر ایک فساد کو ہلے حلیہ میں
 ذرہ ہے جس کا سوز دلی آفتاب میں
 اتنی بھی کیا دھنگ ہے کہ رسوا ہیں
 یک عربے کہ جو نہیں اسی اضطراب میں
 وہاں خود ساز میں ہم اس جواب میں
 گوہ باشد کہ تیرے دلیس یہ تاثیر کریں
 تہوا خواہ مرے سینے کی تدبیر کریں
 فندہ لگی کی جھپے صبح سے زنجیر کریں
 ہر سچند کو گرد اسکی مواہیر کریں
 بے اہل مرنے میں ہم کچھ بھی جوتہیز کریں
 چلے ہے اس کو اب اس بزم سے بیز کریں
 قتل کر فتن کو بھی میری یہ تشہیر کریں
 ہے یوں تو ذلف یاری پر اس قدر نہیں
 لیکن شب فراق کو ایک سحر نہیں
 لے خامنسان خواب مگر تیرے گھر نہیں
 ہم اپنی کو عا ہر تہا ہون کو عیش سو نہیں ہیں
 جز یہ کہ آد کیسے سوتاہ ہی نہیں
 بہان پاک تنہا بان جو کچھ خیال بھی ہو
 رہی اگر ہوں تو کسی کو جسر نہ ہو
 مضاف ہے کہ آہ میں میری اثر نہ ہو
 طفلی میں زلفی کوئی ہے پھر نہ ہو
 لیکن تک امتیاز کیاں خود و مشر نہ ہو
 کر دبی قند و ہوا نام نہ ہو

پہنے نے شہ اپنے پاس چھکو
 روہا کہ کوئی ناکہ حال دل کا
 مل نازک و کار مشق در پیش
 یارب یک کون بان سے مہان
 حیرت نے کیا ہے یک جہان کا
 کو جاہ خاک دلوں کہ قسام
 محکم قلعہ دش رکھ نہ میں زبان سنتے ہو
 ننگ کو آب کی بل میں ہساری باتیں
 خشک درخت کی جھلک ہے صدا آتش مشق
 دم قدم سے تھی ہوائی ہی خون کی رونق
 میں کہا ملحق تہا ہے جو کر کہتے ہیں
 ہنکے کہنے کو خیر اگر ہے ہات
 نکوانہ نیت سے ہے نہ آسمان سے چھکو
 عاشق تہا میں بل کیہ گل کی رنگ و بو کا
 باوصف بے کالی حرت طلب ہوں قائم
 نے جو پاتا بول نہ وصل جیب کو
 ہوا کہ نہ اسے ہی کے پشیاں چھکو
 کہو کہلے کو اور کہو وہاں چھکو
 وہ دن گئے کہ آتش آتھا بار بجیت لگی
 تمک ہل تو رخ یمن پر غلط لگا ہی سے
 قتلے واسطے نے باغی نہ کاوش کر
 مری تفر میں ہے قائم یہ کائنات تمام
 کرشش شبانہ روز نہیں ہے سپہر کو
 اور دن سا کو قیاس چھکو
 آجائیں تنگ ہو اس چھکو
 اتنا ہے نپٹ ہر اس چھکو
 گنا ہے ہر گنا اس چھکو
 جل آئینہ روشناس چھکو
 بخت تھا وہی لباس چھکو
 اپنی ہی کہتے ہو میری بھی میان سنتے ہو
 لیکن فوسد ہو گئی کہاں سنتے ہو
 بچو اس بچے سے اسے پرو جان سنتے ہو
 ایک کو جو نہیں کہیں شوق فغان سنتے ہو
 تم بھی اسکا کہیں کچھ کر دیتا سنتے ہو
 ہو دلی ایسی ہی جیسے کہ وہاں سنتے ہو
 پہنچی جو کچھ ازیت اپنے گان سے چھکو
 اک انس ہو گیا تب اس گھسٹ چھکو
 درخورد ہو سو کیوں کر بل جہاں چھکو
 یارب کہیں ہر صبر دل ناشکیب کو
 کہنے ہیں چاک بھی کہنے گریبان چھکو
 نپٹ جنگ کی تنے اسے بیان چھکو
 ہے بیدار غمی دل نہ توں گزان چھکو
 ہیں کہنے زور کہ پہلا ہے آتشیں چھکو
 بہت ہے سایہ دیوار گشتان چھکو
 نظریں کو کوئی لانا نہیں بیان چھکو
 صدقہ کہ ہے کوئی پتہ نہ کہ چھکو

یہ کون ہر ذوق ہے جو سے کہتے ہو — میان خدا ایک ہے تم خدا سے ٹھٹھتے ہو
 ہمیں قلمیں ہیں جو کچھ سوچیں یا کیسا بہ — سر پہنچے پڑا اب وہ دوار کے ساتھ
 کہ ہمیں غارتھے آج نہیں ہونے پہلے — جب خوش رہو ہم گل و گلزار کیساتھ
 میں وہ ناہون مد کا بچے مت قید کرو — جی بھو ایسا زنجیر کی جھکار کے ساتھ
 کہ یہ ہیں ہر شمس قائم گر اس اشک کی بیج — یاں تک کیجئے تم اپنے گرفتار کیساتھ
 کہ گریز میں کچھ ہے اثر پروا نہ — فرق کوئی مجھ سے مل کو جہاں خدا کیساتھ
 جو دھنس ہے از بس کے سروں کا غلغلہ — اڑنے پلے لگن چند پر پروا نہ
 ہوا دل نہیں ہے اس کی مرزا ترنگی — بزرگ شعلہ نہیں نیست پر پروا نہ
 ہوتے لے شمع اگر قدر تھے عاشق کی — راج ہوں رشک سے تیرے اثر پر پروا نہ
 شمع تک جاتے تو یکجا ہم اس کو قائم — عوز ہاؤ لا کرے بل پر پروا نہ
 مت چھو دل کی کچھ کئی درد دم کیسا — پیر معلوم ہوئی کچھ خبر پر پروا نہ
 قائم نہیں ہے محبت دوا پذیر — جون آئینہ خفیہ تھا ہر ایک دم کے ساتھ
 جون صبح ماقاصد فانی ہے سفر سے — تما جان ہے یہ جان کا آزار دم کیساتھ
 کس مدت میں بول گل ہوا غرق ہو میں — کیا جانے کہاں جا سکا آیا ہے کدھر سے
 دو خادیمی زود اس دست میں ہوں میں — کس دن نہ میری گد مری گنت جگر سے
 سر کھینچے اگر وحش تک تو بھی جیسا ہے — پالا ہے جسے آئے نے خون جگر سے
 مانند ٹکین چاہے اگر نام کو مستانم — شرمندہ نہیں آدمی روئے اثر سے
 شمس اور میت جو کے کوئی عمر سے — باہر نہ قدم رکھو مری جان تو گھر سے
 نہ دیوار کے گرہنکا سنا ہے کہ نہیں — گو کہ سختی میں وہ دل سنگی ہو عالم سے
 ہاں کی کاؤ مٹ پوچھے ہے مجھے اصرار — نالہ کرتی ہے ہر ایک خست فراق ہم سے
 ہے ہوا راہ سے سوزن الٹا سے ناک — یہ سخن کی گاناں تو کسی محرم سے
 رہا فتن کا کبھی گھٹے تھو ہمیں قائم — زخم دل ہے یہ پہلا ہوش ہے کب مریم سے
 — لیکن ایسا کہ جو ناما تعشب ماتحت

پاس میں تجہ غم کے ہم پنی ہی غمخواری مکی
 بعد غم آئیے گئے تھا اس سے وفا کا احتمال
 جان تک گزری ہے ظالم دل کی تلوار کی
 ایک دن تک عمر نے اپنی وفاداری کی
 دل مار دیکھ دیکھ جلتا ہے
 ہمیشہ ذکر یاد کر کچھ آج
 اس کا کہہ دل گہلستا ہے
 اس کا کہہ جی بہلتا ہے
 اب تنہا لے سے کب پہنستا ہو
 آپ ہی آپ دور چلتا ہے
 ہاں اک انداز تو ٹھکتا ہے
 رات جو چاک مرہ پیچے دالوں کو گئے
 گرچہ یک عمر پوتی دیدہ گریاں کو گئے
 عمر باں گزری ہے گل کتب خدا کو گئے
 تلخ دلی سے جوئے ساتھ پرانا خاک کو گئے
 ہونہ بیکھنے کو کہ جی کیئے درنا کو گئے
 دے جو دیوانے تھے ترے سوبیا کو گئے
 کہوں کہ وہ ابھی لیتے لے باغیں گل کے
 نہ تیل دیکھ نہ تھی چراغ میں گل کے
 کہ صبح دشام ہے گلچین سرخ میں گل کے
 ہے شرح نگلی غنچہ فراغ میں گل کے
 چہرے پہ لینی رلف پرانگدہ کیجئے
 ہوئے جو اپنی وضع کی زیندہ کیجئے
 منظور گوسے لطف و آئندہ کیجئے
 چل خود ہی نیچیں ہم اپنے سخن کی پانی
 ملک دیکھ جوئے پر خوں ہے کو کہن کی پانی
 پہنچے نہ نہرے اس کو مہن کی پانی
 دلی مار دیکھ دیکھ جلتا ہے
 ہمیشہ ذکر یاد کر کچھ آج
 اس کا کہہ دل گہلستا ہے
 اس کا کہہ جی بہلتا ہے
 اب تنہا لے سے کب پہنستا ہو
 آپ ہی آپ دور چلتا ہے
 ہاں اک انداز تو ٹھکتا ہے
 رات جو چاک مرہ پیچے دالوں کو گئے
 گرچہ یک عمر پوتی دیدہ گریاں کو گئے
 عمر باں گزری ہے گل کتب خدا کو گئے
 تلخ دلی سے جوئے ساتھ پرانا خاک کو گئے
 ہونہ بیکھنے کو کہ جی کیئے درنا کو گئے
 دے جو دیوانے تھے ترے سوبیا کو گئے
 کہوں کہ وہ ابھی لیتے لے باغیں گل کے
 نہ تیل دیکھ نہ تھی چراغ میں گل کے
 کہ صبح دشام ہے گلچین سرخ میں گل کے
 ہے شرح نگلی غنچہ فراغ میں گل کے
 چہرے پہ لینی رلف پرانگدہ کیجئے
 ہوئے جو اپنی وضع کی زیندہ کیجئے
 منظور گوسے لطف و آئندہ کیجئے
 چل خود ہی نیچیں ہم اپنے سخن کی پانی
 ملک دیکھ جوئے پر خوں ہے کو کہن کی پانی
 پہنچے نہ نہرے اس کو مہن کی پانی

نہ لگا کہ گھبرے ہیں ہیں بیاہ
 باچوں سو کھڑے اب میں تھین کی پانی
 آواز دماغ دل میں گونے گونے کہ جیسے
 باؤ غزلان سے دم ہوتے چمن کی پانی
 قائم لکھتے اس نے آنکھ بے شب کو دماغ
 سرون میں دیکھی سو دم اس سینہ کی پانی
 موقوف شل گر یہ مری چشم اگر کہے
 سنا ہے نہ پانی کہ لب اپنا تر کہے
 شب کو دشمن گر یہ ہے اور دن کو دشمن غم
 اوقات اسطرح کوئی کب تک بسر کہے
 پہلے ہی سوجھتی تھی ہیں بے شب فراق
 یہ رات بطرح ہے خدا ہی حرکت کہے
 کیا جانے یہ باتیں میں مستان ہوں کس نے
 ایسا ہے در نہ کن کو یوں در گذر کہے
 کہتے ہیں لوگ گایاں قائم کوئے گیا
 ایک شش پر ملک دو بار و گر کہے
 مجھ جی تری چشم کا جا ہے کوئی
 جھنے کی جو ہر شکل سے بیزار ہے کوئی
 چون تلخ گل ہے نگو میں یہ شک کہے
 میرا اگر اس چمن میں رداوار ہے کوئی
 فیہم نہ تو کس کس قائم ہی یہ ہنو
 الال و مضطرب پس دیوار ہے کوئی
 مرہا میں کس سے پراغت نہ بچے
 جی جیسے تو دیکھے پر دل نہ دیکھے
 شب غم سے مری جان ہی پر آن بنی تھی
 جواہل بدن چہ تہا سو بچھی کی انی تھی
 شب گر یہ کی بے ستر مری دشمنی تھی
 ہوا نہ تھی آنسو کی سو بیرے کی کنی تھی
 بیدار ہے فراموش نسبت بے گنا
 آخر یہ جگر کو دی ہے دو کوہ کنی تھی
 میں کشتہ ہوں اسباب کا ترہ شد کہ
 گر بننے میں یہ ساتھ گیا بے نفی تھی
 یک طرفہ عرق بخول چاک گریبان
 ہم کو بھی کہو خواہش گل پیر بنی تھی
 باریہ توجہ بے نفع وقت جگر کا
 ک وقت تو یوں کان بھینچ بنی تھی
 قائم میں منزل ہو گیا نیست ورنہ
 ک بات پھر ہی بزبان دلنی تھی
 مردن دشوار میں یہ جان بے تقویہ ہے
 دریت دل سے طرف سے ایکے انگہ ہے
 غنوں نامتو ہے سب تو میں کہ انفس
 ہر ستم کو نیسے ایام یہ بیکار ہیں
 خرق آب شرم میں ایک دم تیر ہے
 زور و شہت عادت کی مہینہ تو را بچے
 یہ ہر نظروں کی میری قی ہے تاثیر ہے
 کئی آنچون نے کیا پیغام ہوشی بچے

اہل دل بھی پردہ دار اور دینو مثال نہیں
 شب ہوا کی برسیوں سے ہون میں ساقی غفل
 تھک رہے شمع سوز دل پہ میری زندگی
 جس نے دیکھا افسریت خاک کو میرے ہنسیا
 یاد میں کس جگہ کے آواز دنوں مصروف
 وہاں گل نہیں ہے کہاں دسترس ہے
 بکا و دو میں نہیں کہوں قلم سے ہجر
 ساقی نہ بیچ مجھ کو تو مستو کے حد میں
 پہلہ وہ منہ ہے کہ یا اگر کہیں سے
 قلم میری غیب خوش آج تک تھا یہ حیف
 جسے طے زاپ تو ہم بھی نہ مر گئے
 کہتے ہیں خوشی ہے جہاں میں یہ غلط
 ہنسکا پر دل ہوں بال میں ایسا جو طرف
 صبا داب تو چھوڑ کہ بچھیں جہن تلک
 روٹی ایک اے مرزا اشکار بس
 جوں طفل سرشک ارغوانی
 ہے رنگ مجھے بنام پر یک
 دو چیز ہیں یاد گار دوران
 آدم میں میں اشک ناتوان کی
 لے مل تو چمکے اس کے غم کو
 کہ کس صورت سے جلوہ گر ہے
 دیر لہو پہ چھہ تجھے قسام
 کہ طوطی بند ہے تو پیارے

تینہ شیشہ ساغری سرگوشی سے
 آج تو کہتا ہے پھر تکلیف مینو شنی سے
 شمشاد ہوا میں گر اکدم ہوا خوشی سے
 ظاہر اکبہ نعل ماتم سے تھی ہر خوشی سے
 ہے خاک کے زام سے قائم فراہوشی سے
 تکلیف یر باغ کو لے ہو کس سے
 کیوں بیدار کرتی ہے باگ جسکے
 ملک گردش نگاہی بتری ہے بس ہے
 دہر کا ہی رہا کہ اندسے باز پس ہے
 نایغ و زین کے کیا تہ کیا ہم نفس بھی
 کہنے کو گیا یہ سخن دن گذر گئے
 لہج و لقب ہی بنے تو دیکھا جد ہر گئے
 اے ہر ماں پیش قدم تم کہ حشر گئے
 چھوڑ گیا تب چہ فائدہ جب ہاں پگئے
 اب کیا مجھے ڈوبو گی جل تہل تو ہر گئے
 پا مال ہونی مری جوانی
 کو تجھ سے کہے مری زبانی
 تیرا کسم اپنی جانفانی
 ٹکڑوں سے اجڑ کے زردباں کی
 صورت ہے ضرور میمان کی
 اللہ سے نمود بے نشان کی
 تیس شاعری میری احسان کی
 کیا پوچھیں ہے تری زبان کی

اک ڈھیر ہے یاں اکہ کا ادھاگ دہل ہے
 دل بچے مت ہوئی اب جان بلی ہے
 مدفون کسی کشتے کی میاں تشہ لہی ہے
 نے جام جو دین ہیں نہ شیشہ بلی ہے
 جاتے گئے ہے بات ہی داں بے اول ہے
 اسیری کا مسگر و داغ بس ہے
 گریاں تک مری تو دمر سس ہے
 عیش نالان تو مانند جر سس ہے
 ہری گڈے کے میں ہوں اور قفس ہے
 مرا اس عکدے میں ہم نفس ہے
 جس کے کا تو نہیں بہر نالہ نا قوی ہے
 شمع سان اپنی لے آپ قد بوسی ہے
 اے خوشحال مہنو کا جنہیں مالوی ہے
 در نہ کچھ دل کی رکاوٹ کی بھی مجوسی ہے
 شعر کہنے میں اسی مرتبہ نحوی ہے
 اے شوق پر نشانی کہہ تیری کیا خیر ہے
 اب لخت دل ہے کوئی یا پارہ جگر ہے
 ہسنگ رگزر کا دوکان شیشہ گرہ ہے
 ایسی ستم کشی کو سینے ہی کی پہرہ ہے
 اتنا تو ہے کہ کھڑے دزدیدہ کس نظر ہے
 جز آہ و اشک جسکو نے برگ نے نثر ہے
 کچھ رکھا جائے ہے جی گویا سیر کی
 لے کر قیامت ہی ہے عالم کو تضحائی کی

مل ڈھنڈ بھاسنے میں مرو لہا بھی ہے
 کچھ چنے ہو سب آنا و گئی بار
 کو ہے میرے گرت چلا آئے ہر شاید
 ہے وقت بہ صحبت کہ کوئی آن میں ساقی
 قائم نہ ہے کچھ ترے سامنے خاموش
 کسی گشت گشت کی ہوس ہے
 جنوں کے ہاتھ سے گونا گونا ہوں
 کوئی فنا نہیں دل تجھے گراہ
 نہ پوچھو مجھ سے گشت کی حقیقت
 بغیر آہ و افعال کون قائم
 ایک سجدے کب اسی کو سوا لوی ہے
 ایک شب میں نے تری بزم میں پائی چلا
 یہ جو سید ہیں فصل کی ہوتی ہے غلط
 موجب ضعف ہے گر نالہ رہا سینے میں
 زلف کی طرح ہے کہیں نہ رہ نشان قائم
 صد مہل سے بان پیش کے بال بونہ پر ہے
 اور دن گئے کہ دو بونے تھا پشم ترے
 خاف قدم کو کہیو اپنے سنبھال کر ان
 کیا برق عم کے مدد سے چو بال پر رکھے ہیں
 چشم بڑکے ہم کو بک سکیں کہ اسیر
 ہون غل شمع قائم ہاں وہ نہال نہیں
 لکھ اے کہ خبر لے کے دیوانے کی
 سامنے سے جھکے عیالان کے تو محروم نہ کہہ

آج کی رات تیرا جو اس محل کا وصال
 ریت پتا ہے زبانِ شمع کے منہ میں لگیں
 شمع کا ہونٹ ہے ہر جوتن حضرت قائم کو دیکھ
 بات جب اس زبان پر آئی :
 ہم ہی آئینہ دار تھے اوس کے
 چہرہ میں اپنی آپ کچھ قائم
 یارب وہ دن نصیب ہم رہا کہو بھے
 ہنوز وہم مشت سے کرتا ہے جسکو قتل
 اپنے کئے سے آپ نہ نام ہو تو کہیں
 اوس طرف وہ نگاہ لڑتی ہے
 زور بستی ہے دلیں بھی سیکن
 قائم آیا ہے پھر وہ بن بٹن کر
 دل سے ہم بھی اپنے دل داغدار کی
 شاید وہ پہل کر کہو یاں بھی قدم دھر
 اتنا واؤ گشتہ بیدار کیا کہے
 خسرو کیساتھ شیریں تر غلط فائدہ ملے
 سوئے نے میرا خون کیا خشک جلیق
 میرا پناہ بھر طرزدانے ناز کیا بھگے
 حوضِ مہد کے آبِ حل کو یاس آئی ہے
 چہرے نہ مانہ جہانک سے ہسپانہ پر
 غمک لائے ہے تو ہم کو لیک یہ دور ہے
 ہزار حیف کہ گھٹیں ہے اسکو گشتہ رخ
 خزان میں غیز مروت ہے چھوڑنا گلشن
 شمع روشن کروں میں خاک کا پرانے کی
 کیوں نہ پروانہ جلے بات ہے بجانے کی
 اینڈ تے ہو گئے کہیں کنج میں بیٹانے کی
 تیغے گریبان پر آئی
 یاں جو طوطی ہسپان پر آئی
 کیا بلا اس جوان پر آئی
 دلت سے اس کے دل کا ہے تار نہ بھے
 کیا راس کے بھی تو کریں وہ ہر دہ بھے
 اتنا بھی موت جنگ کاے تند خوب بھے
 کہو اید صر بھی آن پڑتی ہے
 یارب نہ لون آجڑتی ہے
 دیکھیں کس کس سے یان بگڑتی ہے
 کیچند خوب سیر کی باغِ بہار کی
 کیاں کہ زمین ہنسائے خرو کی
 جو قتل ہو چکا ہو وہ فریاد کیا کرے
 یہ کہہ کے تیری دودی میں فریاد کیا کرے
 تاثر مجھے شتر نصت او کیا کرے
 خدا اجانے یہ کیا بسلہ دست ناز کیا بھے
 عجب زمانے نے جگے تلخ شاتی ہے
 کس کے پہرنے نہ پہرنے سے کیا خدا پرے
 کہ بلالسا کہیں آپ ہی ہسپانہ پرے
 میں جس جہن میں یہ چاہوں تا ابد ہسپانہ پرے
 ہم اور جو اسے چمن جب تک ہوا نہ پرے

نمک ہے گرہ آویختہ بہتہ قائم — جیتے ہی کہیں بالید رہی تیرے
 لے کر دعا کر کہ شب غم بسر آئے — چند ہر اک انگ میں خون بکرا آئے
 اپنے کو کیا آپ ہے تجسے جو دیکھے — البتہ کتاب الکی دہیں پنج بہر آئے
 قائم تری سب عمر گئی ابو دلب میں — لے لئے وہ اوقات کہ جوں تھا ہر گئے
 جب میں دیکھا تو اس دل میں کیا — یہ نیا چاؤ محبت کا میں دیکھا ہے
 نیا ہر لمحہ ہر داغ کہن ہے — بہار سبز رنگ صد مہین ہے
 رہن کو نہ پاتے بات کہتے — باری جڑی ہی میں سخن ہے
 یہ محلوے ہر لمحہ کہیں تو بائے — جن کی سارا دیوانہ ہیں ہے
 شہید غمخوار خوشیوں میں — بکھے کب حاجت تیغ و کفن ہے
 وہ گویا زخم ہے چہرے پہ قائم — فقط جو بے لطف سخن کوئی دہن ہے

دیوان قائم نمبر ۱۱

ہر گز نہیں مقدور تری حمد زبان کا — بر بان ہے دعویٰ کی دری بحر بیان کا
 جب تک کہ ہے تو میں میرے ساتھ ہمیشہ — جن مع کرنت لازمہ ہے آب و نال کا
 لے عشق میں سے دل پہ تو بوجہ رکھ اپنا — ہر شغل نہیں اس بار کران کا
 ملک خبر ارادت سے برہن کی بھر سچ — کیا کم ہے خدا سے تیری ہنگامہ بیت کا
 دل پر دل میں کہہ مرز حقیقت کہ مبادا — محرم ہو کوئی غیر تیرے راز نہاں کا
 لے فاضل خدمت ہے مہین مفت نظیر ہے — پھر فصل بہار تو نہ موسم ہو خزان کا
 پشیدہ ہے جان و وہ ہر ایک بگ میں قائم — دیکھ تو اگر تو سے گلزار جہاں کا
 مقدور کسی گفت میر کی رسم کا — ہر دم ہے دم تیغ پہ یہاں راد قلم کا
 گلشن در عالم ہے جو کیو تو وہ نشی — زین ہو کوئی تیرے کہنے کے
 زخیر خاندان کو نہ مقصد و کسے پہنچ — جو یا نہو یہاں جو تیرے نقش قدم کا
 کیا دور جو شش آریں ناز و ساریم — جس راز نہ شافع ہو تو اعمال نام کا

<p> یاد میں کر رہا ہے قسٹم دل کے انکی زلف میاں ام رو گیا جنگل سے میں ہم جہان کے بہانے چلے آؤ پہنچا کا اپنے سبب اس غم سے پرہیز تو نہ دیکھ توئی ہی جا کر کہاں کند نہ تجھ پر وہ ہمدردی اور نہ یہاں تھیں تاکم مجھے سب ان کی زبان سے جو تھے فریق پڑھ کے قاصد خط میرا اس ہزار ہا لکھا کہے کہ میں نہیں پہنچے تو بھی واقف ہے کہ صبح تاکم اس دم سے شب نہیں نہ آتھ تو میں کڑے کب نہ نے یہ جس کو نہ کیا دوں سے خود گریہ جیسے ہزار غم کی غم پہنی گئے سے منصور پاسے دیوار دوست ایک مدت میں گرد اب کی طس سے رہنے کو دینا پڑا سپر کے ہاتھ دول دنیا ہی خوب تنہا پرینت بار اول گیا اس کی رو سے دوسرے کی دیکھ پور کو قسٹم کب میں کیا اعتبار میرا لاش تجھ سے بلکہ اب پھر مرنے غم پہنا خدا تجھ سے نہیں نہ کھلے دلائیگا اب اپنی تجھے یا موت دیکھ سنی کی غم </p>	<p> یاد میں کر رہا ہے قسٹم درویشی نہ مگر کہہ کی شام نہ گیا مقصود تھا جو اپنے نہیں کام نہ گیا جلوی سے باغیان کے بد خام نہ گیا کچھ وہ اپنے ہاتھ سے جہاں نہ گیا کچھ کو نیک و بد کے یک الام نہ گیا ایک بے حیا میں کہا نیکو شناس نہ گیا کیا کہا ہر کہ بت نہ ہر ان نہ کیا گر نہ کیا وہ چھٹا نہ ہر باغیان نہ کیا کیا بکوں تجھے کہ اوکو ہر بان نہ کیا نہ کیا نالہ بنے پر نہ کیا چنے ہر ایک غم کو تر نہ کیا لیک اوکو ہر شور و شر نہ کیا ہم بھی کافی ہے نالہ سر نہ کیا گھر سے باہر کہو سفر نہ کیا جب کہ بنے ہر دور سر نہ کیا بنے ہر سوئی پیشتر نہ کیا پر تعید میں چشم پر نہ کیا بند گھر کا میں آپ در نہ کیا خواری بس اختیار میرا میں چاہا جس کو کہ کہ ہوئے دی سے غم نہ کیا میرا دل بھی لوم ہوئے لے گردوں میں نہ کیا کہو آج تجھے کوئی نہ نہ شکر لعلوں نہ کیا </p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اچھے مٹی کوئی دل ہے کہ گزرا تیرا میرے
 جس میں قائم اگر تیرا فوجات سر جندی کا
 کہو کے جسم سے بہاں ناک پر آنسو کیون چلے
 تو پہل کس واسطے ہر نقل سے پیا سرخون چکا
 دیانگ نے ہیں عزو جاہ یا ندیا
 کہو سنا ہے تو ہیں کا حال ہوں ابھی
 غرض یہ ذکر مناسب چکیا دیا ندیا
 کہ روئے شے کہا شے کے عین قرا ندیا
 کہو عزو رب کی شے کہو مسلا ندیا
 ہو گیا بندہ سب کا
 ہنسی شہر اس بشارت کا
 ہنسی وہاں بخودی میں ہم کو خیال
 ہنسی کس سخن کو دل سے شے
 تو میں کہو ہمیں ایک دم ہو
 عتہ عتہ بھی دین کہو آرام دیا
 کہو ہوں صبح کہیں صبح یہ کاسہ پیا
 سادگی دیکھ کہ میری غصیدہ مال
 کیا گشتی طالع سے کہ بل تھے شے
 دشمن دین ہے وہ ساک کہ نہ بنے قائم
 کہو جو ہر سخن تمام اپنا
 اللہ سے جذب الفت دل
 ہویاں بیٹے ہے آفاقی پنجم تم جینا
 تیرے فراق میں مرگ گیا ہے یہ مقدمہ
 کسی سپاہی پر کہ نہ بیکر دل قائم
 صبا بیکر گشت تک جاتے شت پر لیا
 فن سرور کہتے ہیں بازار محبت میں
 کشش جج سے کہ کوئی مقدور چلکا
 طلب میں عشق دینے ست کہو عروہ زندہ
 کہو کے جسم سے بہاں ناک پر آنسو کیون چلے
 تو پہل کس واسطے ہر نقل سے پیا سرخون چکا
 غرض یہ ذکر مناسب چکیا دیا ندیا
 کہ روئے شے کہا شے کے عین قرا ندیا
 کہو عزو رب کی شے کہو مسلا ندیا
 ہو گیا بندہ سب کا
 ہنسی شہر اس بشارت کا
 ہنسی وہاں بخودی میں ہم کو خیال
 ہنسی کس سخن کو دل سے شے
 تو میں کہو ہمیں ایک دم ہو
 عتہ عتہ بھی دین کہو آرام دیا
 کہو ہوں صبح کہیں صبح یہ کاسہ پیا
 سادگی دیکھ کہ میری غصیدہ مال
 کیا گشتی طالع سے کہ بل تھے شے
 دشمن دین ہے وہ ساک کہ نہ بنے قائم
 کہو جو ہر سخن تمام اپنا
 اللہ سے جذب الفت دل
 ہویاں بیٹے ہے آفاقی پنجم تم جینا
 تیرے فراق میں مرگ گیا ہے یہ مقدمہ
 کسی سپاہی پر کہ نہ بیکر دل قائم
 صبا بیکر گشت تک جاتے شت پر لیا
 فن سرور کہتے ہیں بازار محبت میں
 کشش جج سے کہ کوئی مقدور چلکا
 طلب میں عشق دینے ست کہو عروہ زندہ



بچے چھٹے سنگے ہنک اس کو نینہ لیا
 نہ ہاں نہ لگا کر لڑا کوئی نکت جگر لیا
 گس گس دوسرے پر ہو ہر گھر جھونڈ کر لیا
 بھلائی کی کن بہ عی تو کچھ تو جس پر لیا
 سب کیا اُسے پہ کچھ فسک ہل لیا
 ہے ادا سیکر سدا تلخ لیا
 گنتے کے تین گیس کے کسی نہ بھلا لیا
 کب جو سے ہر آگ کی گرمی کا مذا لیا
 جوں جوں سے تیرے پیر کو سرخ و شلا لیا
 سچو ٹھوس کا کچھ جوتا ہے قبا لیا
 لے گی بھی بد اوس جوان کی ادا لیا
 تین یہ کیوں صرف راہیچا لیا
 یہ بھی ہے ایک سو شاعری ادا لیا
 لینے جہاں جوتا ہے کس کو چل تیل لیا
 یہاں قصہ غرابی ہے نہ آہنگ خرابات لیا
 ہم حرکت تھی پہنچا اب میں رات لیا
 یہ عمر ایندھ ہے جو آفتاب میں رات لیا
 رہ گئے ہم ہی کچھ حجاب میں رات لیا
 کچھ نہ بولا وہ دگی اب میں رات لیا
 صاف کاٹی ہے جھنڈے خواب میں رات لیا
 اتنی رات ہوئے ہم غم میں ترے خواب لیا
 گزری تجھ حد میں نہ آج معلوم کے بچ لیا
 یہ چال ہے تو کون سی آرام کی طرح لیا

سب کچھ بچہ
 بچا بچہ
 سب کچھ بچہ
 دوسرے کوئی جاتا ہے خالی ہاتھ بول لیا
 ہر پورا دن کا کچھ بچہ نے چار لیا
 کس نہ سے یہ گھر کے اندر بیٹے اچلا لیا
 افتاد میں اس وقت کو نیز کا ہوں ہلا لیا
 شکل ہے تب عشق میری جائے بندے لیا
 خود نیک کب اس عشق سے ہونا یاں لیا
 ملادہ ہے جو ہر داغ محبت سے مزن لیا
 چیم رنگش میں سب بتا لیا
 ہم نہ تھے یک ہر غیر کو سدا لیا
 کرنی عاشق پہ محبت اے قائم لیا
 ایک بچہ لے ہیں نہ بچہ نیک و خوب لیا
 چچہ حق سازی نیرنگ خرابات لیا
 زلف دیکھی تھی کسی کی خواب میں رات لیا
 افسوس کے کچھ ہے زلف کو ملک دیکھ لیا
 بے جہاں نہ وہ لاوارد تھ لیا
 ذکر بزد سے ہم کب سیکن لیا
 دن گذر رہی نہ کیوں قائم لیا
 تجھ کچھ کہ تھی سب سی دل زار محبت لیا
 غضب نہایت تھی بد کاٹی حد کے بچ لیا
 گزشتہ میں ہر میں ملت دن الام کی طرح لیا

شرفی سے کوئی کچھ نہیں پردہ ہائے چشم
 ہاں تو دنیا میں ہر ایک کام کا استاد ہیں یہ
 عریان نہ کہوں آنکھ تو یاد ام کلید
 یہ جگہ آپ میں ہیں وہ کو یاد ہیں
 اب تو سنے گی زلفستان ہے یاد
 ہتھیں کہیں تھکے جھون
 خزاں کے حق ہو دیو کے ب
 متعلیٰ مغ دل جو ترپے ہے آج
 ہیں آجے اشک کو کیا دن
 گل سے کیا منتظر ہوں اے بیل
 آہ اے پرچہ سرفراز نام
 کتہہ سب جہانیں تیرے نام لایند
 ساتھ دیکھے کافی دیکھے نہیں یہ بات
 غنچہ صاف جب لطف سکھ ہے قائم
 برہم تو نہیں ذرا گہر ہوا ہے
 حوت کھردہ دین ہے کیا مضر
 غیر و شر کو تو بھگداناں کہ اب
 ہر روز راہ منکر اعمال غفلت
 فیض حق آتے ہیں ہے وہ ہے چلے
 چاہے قائم جام تو حافق کی مسرت
 واقف نہیں ہم کہ کیا ہے بہتر
 کس سے کہوں حال بد کہ وہ آپ
 ہر عضو ہے دلفریب تیرا
 جانی ہے نسیم دوس لگی کو
 قائم جو کہیں ہیں فدا سے یار
 عریان نہ کہوں آنکھ تو یاد ام کلید
 یہ جگہ آپ میں ہیں وہ کو یاد ہیں
 ادنیٰ گھر سے کیا ہر حال ہے یاد
 ہم کو بھی دلی داستان ہے یاد
 کیوں صبا تبکو : زبان ہے یاد
 کس کے سینہ میں پریشان ہے یاد
 آپ ہی اس غفلت کو مدان ہے یاد
 بھگدوہ آفت خسروان ہے یاد
 یہاں جو رہتا تھا ایک جواں ہے یاد
 بے وہ گذری تو ایک بڑے کام لایند
 دوسرا سب گوارا ہے کہ دشنام لایند
 گرچہ ہیں شر کے واقع میں سب لایند
 کیوں صبح ہوا آج ہے زخیر ہوا
 ہاں دلا خدا مفاہیہ اکہ رنہ
 خاک کو نای ہے آتش کو مضر
 ادس کی رحمت کا اگر سے تو مضر
 بچہ تو بچد تو فاضل منتظر
 کتہہ الایا یہ السانی اور
 جس نے کہ تیری رضا ہے بہتر
 کچھ مجھ سے بگا جانتا ہے بہتر
 کئے کئے کو نسا ہے بہتر
 ادب کے تو قافلہ ہے بہتر
 دسک تو ہے زنجیر ہے بہتر

گویاں نہ گیلے آئے انوسس یہ مات تو ہے اپنی جائے مرس
 نیٹے تو دیا میں دل کو میسکن یہ چار نہیں اب سوائے افسوس
 وہاں گشتہ میں وہاں کو بس جگہ میں کوئی نہ کسی پہ کہا سے افسوس
 چل کھنچ اگر نہ سہو ہوں میں کیا کام کوں دوائے افسوس
 چنچل ہوسے الہا بزم نے یہاں چھوٹا ہے جگہ پر اسے افسوس
 قائم وہ محسوس کہ ہمدردی ہے ایک غلطی کہے کہ ہائے افسوس
 جانتے جانتے جا بجا سروہ سینہ کا غرض ایک دن میں کہے کہ ہر جگہ پینے غرض
 اس نگاہ بارود پیا سے دلا گری کر مار ڈالی چھڑا ہند چنے کا غرض
 ہائے ہائے چھوٹے کس سے تو قائم کیا رنج و آہ مار میں کہ پیسے کو غرض
 ہل کے سے غم کے رہی شب پاس ۱۱۱۱۱۱ رحمت آفریں شاہ اش
 وہ جسے محبت بنے سر کیسے جگہ میں تو اپنے غریب تو اسے پاس
 خود وہی سوز و طلب قائم رہا ہے برعاطفے کہ ہو غلاش
 دلاؤں آفت جانے تو کہہ تو کہی اخلاص جو دشمنی سے بچتا نہیں ہے اخلاص
 ہاں ہے مفت تو پیا ہے دیا نہیں جاتا میں کہہ تو دیکھ دن شفقت کم فاضلاص
 نہ کہ باہتہ سے لے پیر ہر قائم کو کہ پہر نہ پایگا ایسا رید با اخلاص
 دیکھ میں تیرے چشم کہ بارک شب نہیں کہ گرمی دے سنی تو اتر میں جب نہیں
 لوٹنے سے شوق ہے ہر گنگ میں کتنا ترابی نہ گراں باروئی ہمام خستہ نہیں
 کو عشق کا اخلاص کہے جسے قائم ہے چہتی ہے اس آواز کی جہاں کی نہیں
 چوری گئی ہر تہہ ہے کیسے ہم اخلاص باہر گونگے ہے میاں عالم غلط
 لبام یک زبان رکبتی ہے شمع کب تر اس بیان کیستی ہے جمع
 مدد تر غم کہے کہ ابرو کی ہے تین ہاں تو ہی آفت ہے گئے تر گئے تین
 مجھ کو یہ سے ہو کیوں نہ وہ خود غم کو کہہ بندہ چاہے نہ غم جو غم پہ چہتی
 تا کہ کوئی غصہ محبت کی کب آگاہ میں شمع جو کہ مر گئی بس سو تین

کچھ پہلے حال ہے کہتے ہیں تاسف
 نہ گریہ پس قافروں نام ہے اک بار
 عاشق غایات کرم مہر تعلق
 یہ خستہ بھی پنہ جائے جو کرم ہر وقت
 خاموشی بھی کچھ ضرورہ لطیف ہے کدھم
 گزرا پڑے ہمیں نہ قصہ نہ تکلف
 پس اس غلام صفت ہے تکلیف
 تاکجا خاطر و وضع و شریف
 اب کی اگر جنب ہے پنہ اشتیاق
 کبھی کبھی سب معایب آواز اشتیاق
 لے جو شک میرے دیدہ عشاق کہ ہوں
 منت میں تھے ہیں جھک کر یہ گرا کر کمال
 پڑے ہی سے رنگ کی ابکی اباغ گل
 جھکے ہے مثل شد ہر ایک جو چسپ رنگ گل
 مرنے سے آہ و نالہ کرنے عندیسیب نار
 مرنے کیوں نہ ملے دل سے دم سرو اطلاع
 مرنے ہوئے ہم گزرتے دلوں سے کشا طبع
 قائم ہے کس کی ہو کی ہے درد ہزہ گر کر صبح
 ہیں مرنے کا زمانہ البتہ چشم باندہ لازم
 نہ ختم ہو کچھ عجز زلف اس چہرہ گلستاں کے لگے
 شب اس کے گل چلا تھا میں سو ہنس کے یگانے
 فتنے قائم تو دل اس مل آتش لگ کر ہوئے
 ایک جاگہ نہیں ہے بجے آرام کہیں
 پشیمانی جو پستی کھٹ جگر کی کہو دی
 اپنی موت میں سے صرف تو ساقی معلوم
 تنہ کی دلی طلب ہم بھی کہا دیکھے و لیک
 مقرر قصیر رہی جا ہونگا میں مس ایل
 وزم کہہ کا تو قائم تو کیا ہے سیک
 کوئی منت کہو یا کوئی مجبور ہمیں
 شب کس سے ہم جدا ہے ہیں
 رہن گئے کیونکہ وہاں جا رہے احرام کہیں
 ہم تو واقف ہیں کہ اصل نہیں مقدر کہیں
 تہ تیغ نہت خفا رہے ہیں

آنہ تہا وگر نہ پاسے ہم آجے آج ماسے ہن ۛ
 پیش پس ہر خوشی کی عمر جو اندیشہ اٹھاسے ہن
 اسے سستی تو کچھ نقش باطل ہم ہیں تو اسے شاعی ہن
 پر عازم گریہ ہوں کہ طوفان جہل اور فخر میں جھاسے ہن
 دنا جا اگر بھی تو قساغم ایک خلق کو ہم ڈوباسے ہن
 کن جا ہے بتاں تھے دارکشی ہر تنگ نرم کرد اسدلی خارا کے تین
 دیکھی وہی وجہ کچھ دل کو ہمارے حضور آئینہ چاہے خواں خود آرا کے تین
 قاتم ہم ہر دم میں ستاؤں کو بچنے بچا اق شربت رنگ کی اس جام گوارا کے تین
 پس پائیں زینت ہوئی روم کی تغیر تو کیا دریا زلف سے سہلے و بجا کے تین
 ہے جو کچھ ہر شکر و دہہ عبرت ملکہ دیکھ کر حالت اسکندر دارا کے تین
 گل لے آخرب نالہ آج نہیں آج ہنگامہ ہر مزاج نہیں ۛ
 غیر اس کے کو خوب رستے اور خسر د لگا کوئی صلاح نہیں
 اب بھی قیمت ہے دلی گوشہ چشم رتی یہ پیش بے رواج نہیں
 کہ نہ جرات اسلے طیب کہ یہ دلکا رہڑ کا ہے اختلا ج نہیں
 میں تو قاتم کے تہا ہر سہ کرادہ دل ننگ ہے یہ زنجار نہیں
 جو کوئی در پہ ترے چٹھے ہیں دو لڑاں عالم سے پہرے چٹھے ہیں
 واپس اس دل سے جو چھین لیا روزینہ آو اس سے سے کسی کی تہا نہیں
 خدمت و ہر دم کی میں جو بھر تو کیا دگر دل سے تو ایک شرف اندوز نہیں
 راجہ و چھوٹے طلب اس کی کیونکہ کیوں وہ نادان ہے پر اتنا تو ہر تہا نہیں
 جس نے طہیث دل سے کہا تو نہیں جو اکی سانس کی تونے کس کی جان نہیں
 کہ کبے اثر افاس سرور ہوتے ہیں مجھ سے کیا کوئی سب اب دور نہیں
 ہوس ہے عشق کی اہل بہ کو ہر تہا ہن مجھے نام موت کو ہر تہا ہن
 جو اصل کو پہنچے ہیں وہ دلی تو تم جو طہیث سانس کی صورت ہر تہا ہن

عیش میں : محو ہے زور و فتوئی تہ بریں
 ہمارے تھے آگے آتے اب بہتے تھے
 آگے آگے پانی میں یہ کس کے عکس پاتے
 سنا ہے تین نہ گوش لطف سے احوال کو میرے
 گریاں کی تو کہ نہ توں نہیں ڈرائی ہیں
 اب جو کچھ نہ سہا کرتے ہیں :
 ہر فرشتہ کی اُسمک جس جاکن
 گو کہن نام ہیں ہم لے قیاد
 چپے تمام کر فلکان اپنا
 ترک و نامور چہ عداقت نہیں
 ترک کر اپنا بھی کہ اس راہ میں
 ہم ہی تمام کا گیا ہے نکل
 جسکو ہستی وہ عدم جانتے ہیں
 شاہد خوب و مکان دلچسپ
 دل جو تاج بند اپنے تمام
 دور اوس گل سے بلکہ دلخ ہو نہیں
 چونکہ ہنسے جسدا کہ جادو صفت
 منت ہیں تمام غموش کیا جانے
 میں اس افسانے تیری یاد میں لڑا کرتا ہوں
 جہت تب چہرے سے جو تم دگی غیب کئی ہو
 موجب گرم کہہ سیتے تو کیا حاصل ہے
 بیش ب کا تو معلوم ہے بے دشت م
 قائم ایک بات میں بیٹا ہے تہا ری کین

نہ کے ہو جو کب گویا ہے ہوں لکھتے غم
 پکچا جلتے وہ اب کیر کرکس نال کی تاثیر
 کہ ہر گز نہیں ہیں سوچ سے دیا میں دشمن
 بہرگی ہیں دور خاموشی میں اپنی لکھتے غم
 پہ خاطر میں اُسدن ہوئے جب سے کہ چہرے
 کچے جسم عباد کرتے ہیں :
 جعفر ہم گذار کرتے ہیں
 لیفتا اشکار کرتے ہیں
 دیر سے انتظار کرتے ہیں
 پر ہستم ہنسی طاقت نہیں
 ہر کوئی شایاں رفاقت نہیں
 دور نہ کچھ ایسی تو لیاقت نہیں
 ہے وہ کچھ اور ہی ہم جلتے ہیں
 ہم بھی حور و ابرم جانتے ہیں
 ہم اتنی چہرے پہ ہم جلتے ہیں
 رشک چندین ہزار و بالغ ہو نہیں
 منزل عشق کا سراج ہو نہیں
 کس تیرست کا چہرے ہو نہیں
 زور و واقف نہیں اب تک میں کی یاد کرتا ہوں
 دل یوں ہی صفت دیا جا ہے غضب کرتے ہو
 تم عبت کا ہو کہ تفتیش صوب کہتے ہو
 کہ کیا جب کہو عا تم نہ لب کرتے ہو
 ہر شش حال تم اوس خستہ کی کشتہ ہو

آگے چہاں کے ذکر دلی زار مت کرو سب غیرت ہے جس سے کچھ اظہار مت کرو
 جائے جو نصیب میں ہوتا تھا سو ہوا یارو خدا کی واسطے تزار مت کرو
 آئینے لیکے پہلے تنگ سج تو دیکھ لو ملنے کا غیر کے ابھی اظہار مت کرو
 کب دل نے مضطرب کیا اضطراب کو کس دن نہ پنجاب دیا بیچ و تاب کو
 دل تو کہے سننے سے بھٹتا بھی ہے کہہو جو کچھ کہو سو دیدہ خسا نہ خراب کو
 قائم خاں کے واسطے بدستیں یہ چوڑ بدنام اس سے زیادہ نکر تو شراب کو
 اگر دوسے میں تو مشترک باہیں تدو قیامت ہو ہمیں جو اہل قیامت اور انہر ایک قیامت ہو
 خوار رہا ہے تو اس بندگی پر مجھے کیا سننے کریں ہیں پاس اوس کا جس تک مٹا سلامت
 بہت چاہا میں دل دیکھ نہ اس کے تنگ کمر چٹائے سے وہ کہتے ہے جھٹالے کی شدت
 میں اپنے واسطے بنانا تو کیا ہے پر عاشق کو نہ تنگ کر جس کا مل آخر زمامت ہو
 ہر جو جہد پر قائم تھی سزا کردار کی تیری نہ کہتا تھا میں اس بیگانہ غصے اشتعال ہو
 سنجی تھے نہ بھایا یہ کرامات کی راہ کیا قیامت ہے نکلتے میں خرابات کی راہ
 لپکے آنے کو بھے سات گئے تم کہ میں اب تلک تکتے ہیں یہاں بیٹھے ہیں مٹی کی راہ
 کن پہاں دور کا طالب ہے کو کے چائے ہر کہو کہہ تو چکیں آپ دارا کی راہ
 چپکے جانا تو رہا کو چہ میں اسکے قائم وضع اب کیجے گوئی اور ملاقات کی راہ
 چلتے ہو گر خواہ خواہ فہما بہتر بسم اللہ
 کب شب دیکھی جسنے وہ زلف لاکھوں دیکھے روز سیاہ
 اتنی قوت ہو جلد نسیم ہم بھی چین تک ہیں ہمسراہ
 کو دے ہے دل پر برق سی گنج پیش نظر ہے کس کی نگاہ
 قائم سے کیوں ہو ہے خفا بندرا خادم دولت خواہ
 نہ ہم ملک کے کہو رو درنگ سے چوٹے پڑے ہو ز میں جو کام نہنگ چھوٹے
 خطے تھائی وہ کہڑے کہ صفائی کہا ہوئی وہ نش کید ہر گئے وہ میرانی کیا ہوئی
 قتل پر میسر تجھے کد چاہئے خوب ہے یہ اپنے کا ہر چاہئے

محمّد وہ چوں میں کرتے ہیں وہاں میرے — کہ کھیل چلے جاں ہیں یہ عزیزان میری
 کب شمع ہوں گہ از محبت میں گل کے — کیناں ہے پتنگ کی اس طع جل کے
 کیا اتھا ابھی تہیں افسار ساقی ہے — ڈرے خداے ملک پہ گنہگار ساتھ ہے
 زبک رات ازیت حق عشق کی تبکی — میں کیا کوں کہ سر کن دگوئے میں شب کا
 گہریر شمع و گاہ مرید مناں ہے — اب تک لا آبرو سے نہیں ہے جہاں ہے
 صبر و قرار و جوش و دل و دین تو رہاں ہو — ہے نہیں یہ کہ تو بیلا ہم کہاں ہے
 دلیرانہ بچہ بیکہ جلتا ہے — شمع کا کسبہ دل چمکتا ہے
 اک کہ شعل آں بجیے ہیں عریاں اتنے — پیراں میں سینہ ہی کو ہاتھ لائے گریاں تو
 ریند و کہہ دہی سے زار کو عشق ہے — کین میرے ہی تاس کے لائے کو عشق ہو
 یہاں سدایش بزارت جگر ہے — کیجیے کیا جان میری عالم و رویش ہے
 دل سے لپکے کی تراوندہ نیا مسنون ہے — مہر و آہ ہے سر کھینچے ہے سر و بدن ہے
 اس دلی نوبی روئے سر میں ہے — چھپے کہ وہ بچے سوسہ جو ملک پر ہے
 لہر گرہ دعا کو شب غم ہر آن ہے — تا چند ہر ایک شاک کی نہ میں جگر آفے
 ناشرفی نگاہ تیری گرم ناز ہے — میدان سپید پیشکش تر و تاز ہے
 نے ناندہ عشق ہے نہ تعلیق نہ ہے — دل کو جہ لہائے ہے وہ کچھ اور ہے
 خاک ہے چند کو نزل ہی مجھ اوانے کی — کی بار کو نظر اس اوچڑکی ہی بنا نیکی
 جب میں دیکھ ہے تو میں دل کو کھینچ جائے — یہ نیا جو محبت کا ہیں دیکھا ہے
 سر پر جو کچھ میری اندوں فاق کشی ہے — کہ دن گل کے گزدر ہے تو گر کر رات کشی
 ہندو شوق اس بچہ رہا تو ہے — بھی ہے آگ تو کین شہر رہا تو ہے
 لدا ہی حانقا اس شہر گاہی اس شرفی و شکی — بڑے کام جہ کو جیلد کی فتح جلی ہے
 ہاں میں یہ پشیم زہر ہیں — عالم خراب کو میں گئے
 تی جہیں کہ گزرتی ہے سستی ہے کچھ — خوب سی ہے میری اور دیر سستی کیجیے
 کسما جاپ غلہ پیراں جو ہے — ہے بس جو کامہ سر سے کلاہ سر پہ ہے

سحر چوئی سات جی تے چہ شیشہ میں بنی بنا — اور کاشہ و نادر و مالہ ایب الساقی
 ہر زین شوق میرا زنگہ جو بہو ہے — بھانہ سہا یہ اہستہ میں ہوں پکڑ توں
 کی دل غزوہ ہو گا تو جسے شاد کرے — رات بڑی بندہ اندھی جو کچھ یاد کرے
 دیکھتے خیر کی میرے اُسے لگا د نظر لگتی — کام ہی مل بکھر جوات ہی سب بکھر گئی
 کس دل پہ طغ غم نے نہ تیرے ہمار کی — اللہ سے وہم اپنی برس کا نہ دار کی
 رخت ہو نہ زاروں گے ہم یوں چلے گئے — کب کے ہم آجے ہے جن تم بے گئے
 اس ہرزہ کی طغ سے کہ بور گھڑا رہے — پاؤ نہیں یک جہاں کے پس ہم بے گئے
 قائم شباب ہم کے مناسب تھا شوق فقط جانے سے اب یہ کام نہ وہ دلوں گئے

ضمیمہ دہ قائم

نماں ہیرا د تری تیج جفا ہے
 اسے شکستہ تالانہ خبر میری کہ یہ خاک
 تھماں ہے فلک اپنی فکری پر مری پاس
 پرچو تو طہیان جہان سے کہ بجز درگ
 نامستی کا احوال تری آنے کیا کوشش
 پہلے شکستہ جہاں ہے دل خاک میں کھینچے
 قائم تو غزل در غزل میں بحر میں اب کہ
 ہر خط ہے بیسلا ہر اک وقت جفا ہے
 چوڑے زری برق تو غرض من طاقت
 عشق سے جو کہو ہوش میں آتا ہے تو قائم
 کچھ آپ وہ خواہاں بنو اعتصام سے لکا
 بیکر کے تہ کوئی اس شوق سے ہا کر

ہر زخم کلا تن ہے سورہ دست عطش
 آتا ہے کوئی آہ کا جو ٹکاتا ہو اسے
 آجائے جو ایسے میں وہ داخل تو مزا ہے
 کچھ اور بھی آزاد محبت کی دعا ہے
 پیرا بن گئیں صبح کے مانند آتا ہے
 کیا جلتے کس کی یہ نگاہ پر آتا ہے
 جوں صبح جو کچھ طبع میں بنی ہے آتا ہے
 نے شرم و مروت ہے نہ یہاں ہو وہ فاج
 غزوہ د تری چشم کا کچھ ہوش رہا ہے
 کتاب ہے مے سر پہ کچھ ہر سو بجا ہے
 صدمت و زاری — میں دل سے کہہ رہا ہے
 ہر ایک سے کر غم تیرے حق میں بڑا کر

دُشمنوں کی لاکھوں ہزار تنگی
 وہ بدل تم کو جہاں لطف ہو اس کا
 یہ عکس پذیر آئینہ مسیح میں اس کی
 انجم پانچویں صلیب کو اس کے صلیب
 انصاف حق دے دے محتاج ہے اس کا
 تیرے کو تیری ماہرہ تا اس نے فکر کی
 گزری ہے صبا تا جن حق سے تیرے
 ہر چند کہ وحشی ہے تراش پاشیب
 پس یہ کوئی تمساہ زاب دہی کا لاشا
 ہر جھک کو سب کہتے ہی غلط نہیں ہی
 بے بہتے تھے بیک حق کو دہشہ فقط
 بال وادھ کس حق امیر الہ مرا ہے
 پامالی سے وال ہنرے کو مدد شہزاد ہے
 وہ راز جو نظروں سے غلط ہو چکا ہے
 لبریز گہر جہنم نے دامن کو گہا ہے
 فی الجملہ وہ ہے شاہ جو کوئی اس لئے
 ہر وقت و تاشع عتق چرخ دہا ہے
 کچھ سرری سار بڑا اسی گل صلیب ہے
 آہ ہے حق سے اے فتنے تو غلط ہے
 تقدیر بشر اس کی کوئی دھج و تاشا ہے
 حاصل ہے ہر اس بات سے میرا دھج
 بآباد صبا نچوں کی بال عقدہ کشا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان نواب دیونی شاگرد بقا شاگرد شاہ حاتم

عجب طرح کا یہ علم ہے صلی کی کو کا اپنا
نہ جرتک آتا ہے وہ شکر نہ اس تک بجز اپنا
آفتاب دسے تو ہے جی کہ اس تو ہے ہم پہنچن
کہ ہر سدا کر چالی میں ہری غبار اپنا
تجے ہے لاکھ ملک تو فریب کی بن ہوا ہوں
کہ تیری خاطر میں جوڑ آیا ہزار منزل و بار اپنا
ترے دہم آئے جانے نے دار
جے ہر گھڑی کے بہانے نے مارا
ادائیں جہت دیکھیاں ہیں وہ لیکن
ترے بے جہت رو نہ جانے لے مارا
شب وصل بیٹھے بٹھاسے یکا یک
اثر بد و شل ہے ہر حال بیقرار دون کا
نہ جی دیکھا کیو عالم تو دلفگار دون کا
تو آ کے علم نہ بارگاہ عام میں دے
کہ حلقہ ہے ترے دور امیدادوں کا
کوسے رکھے ہے تو آپ کے گوش گزار
کرنیٹھ نالہ رہے جگر دگاروں کا
اس مقامی سے مرے ہم پر تو در لگا
ہو دھل پادے کتے ہی لکھ جک کہیں
ہے کس قاتل برحرم کا کوچہ یارب
دل نہیں مفت ہی دیتے ہیں اگر ہو منہ
شک کے وعظ سے دل تنگ ہو تو ہے تو تو
ایک تیر کے کہاتے ہی میں دلو پڑا چکا
ہر گل کی نسیم اوسدم کیا خار نظر آئی
بیمار محبت کا اکسیر نہیں درملن
تیرے تیر بار کا سینہ میں شب گزرتا
اشک کے ساتھ ٹھیکان ملوں کی کرتین
بعد دوا دوح بھی باز رہا یہ آئینہ
رخز زخم ہر خدنگ دیدہ انتظار تھا
گر یہ نے ہو دیا تمام دلیں جو کچھ غبت تھا
دیدہ صرت آشنا محو جمال یار مست

کچھ دنوں ہزم یار میں ہو بھی اعتبار تھا
 سب سے حواسِ دل میں مرے بیشمار تھا
 خراجِ طویلوں سے باج میں ہزار سے ہون
 تو انتقامِ گرجان کے تار تار سے ہون
 جو زہرِ دام لب جان گزائے ارے ہون
 تو کارِ صیقل آئینہ ہر خیال سے ہون
 تو سایہ برگ سے ہوگی سے بغی ہا سے ہون
 سنان سے تیرے شیشے سے لٹارے ہون
 توجیبِ دشتِ دامن میں کوہِ سار ہون
 شکستِ خاطر و سینہ نگار بیٹھے ہیں
 شبابِ اکڑے انتظار بیٹھے ہیں
 ادھر رقیب ادھر پردہ در بیٹھے ہیں
 گلی میں تیری کئی بیکرا بیٹھے ہیں
 کردِ سلام جو ان کو تو مار بیٹھے ہیں
 اس سوئے میں رسوا سر بازار ہوا ہوں
 تصویرِ سامین نقشِ پر یود ہوا ہوں
 دنیا کو زلزلہ سے میں زیرِ زبر کروں
 چٹا بیوں کے اپنے جو ظاہر ہر کروں
 میں اپنے میلِ مشک میں جوشِ سفر کروں
 اوقاتِ فاقہ سستی میں کیونکر بسر کروں
 اقلیمِ شہرِ مستحِ دوسرے میں سر کروں
 تو دل میں چھپی ہے شہرِ سی یاسمن کی
 جگہ کو داغ کرے اس کے لہرن کی

کچھ روز اسے رقیب تو ادنیٰ معاشرت پناہ
 یار کے اوشٹے ہی تو انجمنِ نشاط سے
 جاکر لہند چمن میں دلِ نگار سے ہون
 اگر جوں میں جڑے پیر میں گلے میرے
 نہ فراق میں تیری کا اثر بخشے
 اگر مکرر ذاتی کے وقت پر آؤں
 اگر میں ہو چوں کسی نعلِ سیوہ در تلک
 نہ پہنچیں زخمِ زبان کو ہر حینِ جو ہزار
 ہر جگہ میں جو اسے تو خیالِ لہاس
 تھا سے دور کئی خاکسار بیٹھے ہیں
 غمِ فراق سے جانِ لب پر اُٹلے سرگ
 گزار ہو تری محفل میں کس طرح اپنا
 کہ یہ کون کہ مشتاقِ جلوہ دیدار
 تو کام کرے کیونکہ ماہِ ردیوں سے
 اس جس جنت کا خرید ہوا ہوں
 مجھ کو نہ ظاہر تر سے در پہ تو ناچار
 نالہ جو رسد دل سے دیمِ صبح سر کروں
 سیلاب و موجِ دیرِ قحطیات کو آبِ دل
 اوس کو چہ سے نالہ میں جو کاہیدہ تن مرا
 تھا غلِ دلِ خدا سو دیمِ تیغ نے پیا
 امدادِ بادلِ مہدی بادی سے گر تو
 جو یاد آتی ہے مجھ کو تیرے دہن کی بو
 جسے ہے تیرے پسینہ کی جانِ نازِ نکلت

غنیمت تو ملی جو میں سو سے چمن نکلا
 شبم مصلحت مجھ کو اس کی دان ہو چکی
 صبا نے نذر آگے بڑھ کے بسا ہی ہو چکی
 لب آتش تیرے خضر کی پروا نہ کریں گے
 کہہ رہے ہیں ہوائی آغشتے ہی یار کے
 تو آدشت خشن سے مشک نے جو چاہیں پکڑی
 نہادہ گلی میں رکھ دے مشک تار کے
 عطر کی صبح پر وہ خلقات میں چھی
 تزلزل میں جو ہم منظور ارباب نظر ہوتے
 وہ مرد و عیون جب با رخ ریشاں نکلتا ہے
 سر زالی یان نہیں جو دہان دا خوب ہے
 جو بلبلوں کو سیر گلستان کی آرزو
 ہیں مرد و ماہ چرخ برین پر ہی شری
 غماد افک سے بچے ڈر ہے کہ عشق بکلیہ
 معنی شناس کہتے ہیں یہ نظم دیکھ کر
 خیال کیوں کہ تیرا جیسے میرے سینے سے
 جو زینے سے کھٹا نہیں قرب گو
 قریب فرش میں ادس کے اٹھا ہوا تو تو
 شکا ہے مرقن کا جام پاس لانا ہے
 ست ہنسی اسکو کھنا مر بان تالے ہیں
 ادس بت کا کس طرح مجھے قرب حضور ہو
 تیغ ابرو سے نگہ غریبہ مرگان تیرے
 سرد تعلیم کو تیری نہ ہوا باغ میں خم
 نکڑ لاف سیہ یار میں ہوتی نہیں صبح
 فقط کہہ لڑا ہوتی سے کیسے شب و بچہ دراز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان تنویر دہلوی شاگرد شیر تلینڈ شا نصیر

الفت کیونے منون گل نشان میرا
مکشی عشق ہے ہر مغرور دیوان میرا
بیکہ میں اس سے بھی دوسری عین کی باتیں
کہ نہ تازہ نہیں دل کسی عنوان میرا
چاکہ میں پھر پہ کون کے دیوان جو ہے
وہ کیا پاؤں نے ان کے ہر وہان میرا
ترک الفت سے بھی آرام نہیں قسمت میں
دشمنوں کو بے خوشی دل پہ چین میرا
دل میں نشہ ہی جہاں کہنے میں ہر دم تنویر
نہ چلے دم وہ کین کاوش خزان میرا
وہ جو چھوڑے نقاب آیا تھا
سارے دوس کے حجاب آیا تھا
میری بددیوان کچھ چہ کیسا
کجو تھو نہیں خواب آیا تھا
مرے ہم تو عشق کے بانوں
یہ کمان کا غلاب آیا تھا
تھا جو رسوا میں کا در اپنی
آپ کو کیوں حجاب آیا تھا
دل تم سے وہ سب سے تنویر
میں خانہ خراب آیا تھا
جیا کا نسخہ وہ ہر وہ نہیں انکھانے کا
لیا ہے دل اسی پہ ہے میں اک نائیکا
جنا جو رو تم کی نہیں میں اور کو یاد
پراک سہ سچ دل لیکے بھول جائیکا
پلیں میں کہہ کہ تو میرا کج نہتے ہیں
وہ کل تو پوچھیں تھے رستہ شرب جائیکا
ایں تھا سوزنوں نے اسے مار دیا
اچھا کے ہمیں بھی ست مہار تو رکھا
اتنی تو فضا ہے پوری عشق دم نہت
تھا پاؤں پہ سر اس کے کئی بار تو رکھا
یہ میں عنایت ہے تیری چشم کی ہر جو
اس زنگس بھار نے پیار تو رکھا
نہے نہ پکا سا کئے آنکھوں سے اشک
دل خیر کو اور غنجانہ تو رکھا
تنویر چلے کہہ کو تو عشق بتان میں
گردن میں پڑا عشق کا زار تو رکھا
نصف سے بے پہ نقاب ملا
برق سے دامن سحاب ملا
کجو کب ساغر شراب ملا
جب بلا صاف بکھا ہوا اب ملا

دل ہے صبر و ہشام تر تو میرے ————— جو لاخا خا خراب رٹا
 مایہ ظرف ملک عدم ہوئی چکا تھا تو آگیا میں در نہ منم ہوئی چکا تھا
 جھلانی نرکت نہ اوسے گردم رستا پا مال یہ دل زبیر قدم ہوئی چکا تھا
 سرگرم سخن مجھ پہ وہ آگے نہ ہوتا ٹھنڈا میں تیرے تنگ ہوئی چکا تھا
 دیکھات دھانے ہو جو تو کیا چاک نامہ تو قیہون کو رسم ہوئی چکا تھا
 وجہ تے پائے نقدیر سے تو میرے پاس لٹکے تو ایک ایک درم ہوئی چکا تھا
 توڑنے لگی کہ وہ شروع و مدار بھکا لٹکے قدم پہ سر جلی گلزار جھکا پڑ
 دیکھتی تیرے نشے میں ہو گلابی آنکھیں آنکھ کو شرم سے لرزے گلزار جھکا پڑ
 اوس کی پاپوش کی چکل جو دم صبح کران چوئے اوس کے قدم مطلع الاوار جھکا پڑ
 دور ساقی میں سے جھکنے لگا ایک پہ ایک جام ساغر پہ ہے ساغر پہ ہے وہ یار جھکا پڑ
 تیرے تو میرے ایسا جواب تو تھا جس شخص پہ ایک بنگے غریب جھکا پڑ

اوس کی ہو طرز جھانے چاہا وہی غور تھا نے چاہا
 مار رکھا اوسے جہ انہون جس کو اس زلف دوٹانے چاہا
 نہ گئی دل سے کہ ورت اس کے لاکھ دباب صفائے چاہا
 نہ کھلا باب اجابت نہ کھلا درون میری دعائے چاہا
 ہم تو تھے نہ مینون کے تم پر نہ یہ طرز فسادے چاہا
 نہ ہے اگلے تو دسان بربا جس کو اس پوش رہانے چاہا
 نہ دہر دور تھان سے تو میرے دی ہو گا جو فسادے چاہا

بہشت میں اوتارے گفار غضب قد قیامت ہے تم من چہ ز فوار غضب
 پس مجھے سیرتوں اور فن بدوئی ہے شوقی رنگ حنا ہے یہ سنگار غضب
 گلابان اس مہ شیریں سے زادی ہیں زہر کمینہ ہے ایک دمل کا انکار غضب
 زندگی کا تو ہوتا ہے دل کو دیکر پر ہے ذائقہ مشق طریار غضب
 تیرے کچھ ہے اسے چھوڑ تو دل سے رنگ دکھلائی ہے پر ہے گنا غضب

جان کی خبر نہیں آج خدا میرے سے
 کئی چلتے دل اس غم سے گھٹا ہے
 آدمی کیسے ہر نیرا بن زخمی ہو سکے
 جان بچی نظر آتی نہیں اس سے تویر
 روک لی ہے توکل اس کے دل نگہ پوش
 ہو گیا ہے ہمیں گردن کا ہر لاشکل
 اتھو دھو شیشیے جیسے سے درد کے دوہی
 در تیغ کو مارے کرنا گردہ
 زلف ناگن ہے وہ تم اس سے پہلے تیر
 غم نے بن اس کے دل میں کی کیا تمام آج
 ہلکے خاک میں یہ نہیں جس سے تیغ ہو
 اٹھے فیض کیا کہ مراد دل ادلت گیا
 ہاتھوں سے پھینک دیجئے کشمیر کا ورق
 تنویر دم نہ خطہ جو یہ قاسد نے دم دیا
 ہے بدلتا اگات پہ سواڑ سرج
 سردی کی گردن کیوکر شکایت اس سے
 گدیان سیکڑن ہیں پھیر کے منہ کو اسے
 بل لکا تری زلفوں نے غیب دلا لکا
 چور نے مانتو ہر دم تویر
 کہیں گئے عمر کو تویر
 جس کو دیکھا غم مارے دل اس نے دیا
 ہوا اہم دل این سنگوں کا نہ ہوا
 وصل یادوں کو مسرور دہی جلتے ہیں

کہ ہر ایک بست چہوت ہی دھڑل غیب
 چوڑ کر گئے جن دوازلف مولد غیب
 ٹوٹا ہے وہ برق کی توار غیب
 ہو گیا دل کو محبت کا سب آثار غیب
 کج یاد دہی ہے اس شمع سرگرم چوٹ
 ایسی الفت کی گئی ہے دل بیا رہ چوٹ
 ہت کٹی کی جو کوئی پڑ گئی اختیار یہ چوٹ
 روکتے ہم سیر داغ دل زار یہ چوٹ
 ہٹ کر قی جد و اس تیغ نر سار یہ چوٹ
 بیتا بیان بھی لینے لگن انتقام آج
 جس کو لیا رقیب کا کیون تنہا آج
 آج جو میں اولٹ ہی دیا اس نے جہاں آج
 رہو بگاڑی پہ پڑا کر غلام آج
 خط تو نہیں مگر ہے زبانی پیام آج
 فانی من پہ اتنا کر لے یا ر مزاج
 میں ہوتا ہے جس شمع کا ہے حلال آج
 پوچھ کر خوش تو ہوا اس کا دل زار مزاج
 کرتے تھے کیسے کیسے کیسے نیا ر مزاج
 کہ جدا گانہ بنے ہا دون کے ہی چار مزاج
 رشک کے برسے مرکان ہی منظر توجہ
 حسن و اہون کا ہے وہ من موثر توجہ
 سیکڑون جہے دباے تہ پھر توجہ
 میرے ہر خواہ جلاتے ہیں ہر گھر توجہ

سبکدوش کر بیٹے بڑا دگر نرس تو میرے عشق و فغان ہر انداز ہے کافر تو پڑ
 چھپ کے لٹکا ہے پس مطلع اداوار خند کہ چھپی نہ خیر ہے وہ زلف سپہ کار ہنوز
 کج ٹکسین نہیں ہے کسی صورت ہو کہ کج چھین بولے ہے کل سے ترا بھار ہنوز
 متین بھی کر یں پاؤں بھی ٹپسہ دم بھی دینے نہ دیا اوس نے ہر ایک بوسہ دھسا ہنوز
 کون خود یہ سر کا پٹھا کر سر بھوڑ گیس خون سے آسودہ ہے فللم تری توار ہنوز
 زور پیری بھا تو میر گیس و دشتاب بہ یہ دیباہی رہا عشق کا آڈر ہنوز
 آگے شمشاد شہ جب دل پیار کے ہوش اوڑ گئے دیکھ کے اوس شوخ جفا کاٹے ہوش
 پار آئیں جو مجھے وہ عرق آئین زلفین اتار دیا کہ اوڑ سے ہر ہوا انداس کے ہوش
 دیکھ کر آئینہ میں برق بختی اپنی نہ ٹھکانے سے اوس آئینہ دھسا کے ہوش
 خوب ہنسے نے اوس چاندے دھاندے کے پکے مٹے جب سے اوس ہمت خوار کہ ہوش
 جان کا دوس نہ تو میر زبان کہنے میں عم میں جاتے ہے ایسے دل میا کو ہوش
 سر کا لکھ نہ خوش طعدار تراش ہی کاٹ کھاو یگا بہ اوڑ کر نہ سرا تراش
 اتور سمجھتے ہیں دس میں کے ہونڈ قلم خوب یہ تو نے نکالی ہے جفا کا تراش
 خطا تو یہ بنے ہی لکھا تھا خدا دوس نہیں ہاتھ قاصد کے لئے تو نے سنگار تراش
 اہ لچیم ہی نے اوس کو فلک سے گر کر پھینک دیوے جو وہ نائن پس دیوار تراش
 تیر کی تیغ ہے کیا چال میں اوس کافر کی سبکدوش دل دیئے اوس نے دم بقا تراش
 قتل کرتا ہے تو کر شرق سے تنویر کو تو سنگ آئینہ نہ باتیں بہت عیار تراش
 ہلی گھن کی گھیر کہ تو ہی دل زار تلاش آج کہتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ تلوار تراش
 نہ سنی ہر سنی اوس نے دل زار کی عرض کون سنتا ہے بھلا ایسے گنہگار کی عرض
 چلو آہستہ کہ جوق ہے قیامت پر پا فتنہ خشرنے یہ اوس سے کئی باب کی عرض
 جنبش ب ہے دم نخی ہے کچھ کہتا ہے سن تو لو بیٹھ نہ رائل گفتار کی عرض
 نوک امان سے چڑ کاٹے زخموں تک دم کشتن نہ سنی کشتہ تلوار کی عرض
 مع خزان آل جاکام میں رہوں تنویر ہے یہ خدمت میں جناب شہہ ابرار کی عرض

اوس نے لیکر جو پڑا قاصد اٹھایا خط
 کہہ اوس آئینہ رونے ہے غصہ خوبا
 لیے ہر جانی سے کیا مطلب دل پر آئے
 کچھ نہ بکیرہ اوسے عزیزوں نے پڑایا جا کر
 جاتا تھیں صحت چون اوسے لے تو میر
 وہ شرم گئے بھری ہے رات شروع
 جذبہ دل سے بھر تو لگی ہے تاثیر
 کجا دکھلاؤ نہ تم رنگ خدا اوس کو جلاؤ
 کبھی وحشت ہے شدت کبھی غم کی کثرت
 لوگ غم و غم پڑھتے ہیں خدا غیر کر کے
 جو کجا شب بقیات ہے کئی لے تو میر
 سینہ پر بست ہے بونی سر و ہمایا شروع
 تر پڑھن ہون ہون ہیں تو نہ اٹھا بار دینے
 جلتی ہے یہ زبان تری سر تو نہ کئے سادہ
 دل نہ لگاؤ تیری وہ دل غرامشایان
 کہتے ہیں سخت جان مین قتل گاہ میں
 گری شوق قتل کو لگ جائے میری آگ
 قصہ پر ملک تیج جان قتل اوسکی ہے
 ہے قتل ہم تو لگے تو میر رنگ سے
 رنگ ہے کیسے ہے وہ ہر شش رہا اور طرف
 کہہ سکتے انہیں دماغ بے مشق ہے کیا
 ہی تو چاہے ہے ہی بزم میں ہی لے تو میر
 دماغ سے یوں ہے جان کی رونق
 قتل کرنا تھا مجھے رشک کی تر اس خط
 نامہ بر رنگ پڑا جائے دل زار سے خط
 روز کھولتے غلامی کا بود و چاہے خط
 آج قاصد سے لیا اوس نے جو نگار ہے خط
 اس کا دکھتا ہوں لگائے دل چاہے خط
 اشک ہادی ہیں ہوا سو گم بہت شروع
 پہر چوٹے لگے جو الطاف و عنایات شروع
 بچھینی جس نے کری تم وہ یہ سو غلت شروع
 کچھ چھپے تھے بہت پہر وہی حالت شروع
 پھرتے سرے ہے کی اوسنے نزات شروع
 بھیج ہو جائے کہ ایسی کوئی بات شروع
 دور راغر بھی تو تو بہت مجھ سے شروع
 تو کہ ہے تھے س کوف نامک پر آیت
 تو کہ ہے تھے جیسے کوئی آیت
 جان اہل کو بھی وہ کر ہے نہ فکر تیغ
 نازک ہے شاخ گل سے بھی لے لگھاتیغ
 چمکا ہے ہیں دھوسے وہ بار بار تیغ
 خون نوشیو نہ تیز ہے وہ عکار تیغ
 لایا بھی تو قیب کی وہ طرہ دار تیغ
 چو نہیں اور طرف دل سے پڑا اور طرف
 اور ہے قہار داب صفا اور طرف
 کہ وہ دیکھا نہ کیسے سے سوا اور طرف
 جیسے گل سے جو مین کی رونق

لیکن نہ مرگ میں ہو جودہ اوس کا
 مانت گل ہیں۔ کھتے ہیں شہید
 ہے وہ محزون از سن کی رونق
 بل پسرئی کفن کی رونق
 صحت وہ یہ ہے برق فلک
 اس سنج صبر شکن کی رونق
 ایسے تنویر ہیں استارہ لغیر

نہ تو زینتوں کو او گھدن تر قاتی پڑا ق
 برنگ نرنگ چپ ہو کیون جو ب تود
 غلٹی سے نہیں بات رو برو اوس کے
 بھی اچھے تر ایسا تو ان عش سے
 ہزاروں شیت دل کو کہ خمر پہ لے تنویر
 وہ کہ تو گئے ہیں کہ ہم آدیتے حرکت
 ظلمات و عدم میں نہ رہا فرق سر سو
 ہے روزی و دیدہ و خورشید قیامت
 کچھ کہیں ہزاروں ہی سے وہ منہ نہیں
 تنویر سخن فہم جتے ہیں سخن کو
 ہے اس پر غار شہیدان بہان تلک
 دفتر شکایتوں کے ہیں دلیں یہ کیا کریں
 سایہ سے بھی جو اپنے جے بچکے دور دور
 جانے دن کیونکہ دیکھو تو دلی تر پہری
 یا ہم سے ہم بیار تھے وہ یا یہ رنگ ہے
 لوب میں عمر تو ساری گزر گئی -
 دیکھئے آرمج سے دیدہ و خوار کارنگ
 برق میں گرمی و رنگت یہ کہاں ہے توہ
 کس یہ بہت کا دامن ہے اہل نے پکڑا

یہ دل شکن ہے صدائے شکن تر قاتی پڑا ق
 مرا سخن کا ہے یہ ہو سخن تر قاتی پڑا ق
 کرے ہے باتیں وہ بیان شکن تر قاتی پڑا ق
 جوشہ و لہر سب زقن تر قاتی پڑا ق
 حلام توڑے ہے چرخ کیں تر قاتی پڑا ق
 امید ہے بیجی کی کسے چار پرنگ
 وہ زلف و دقا چھتے ہی ہو بچے ہے کرک
 وہ جھلکے آئے تھے کہیں مدخل و تک
 وہ مانگین تو ہم جان تلک دیں اونہیں ترنگ
 یکہ قدر ہنر کی ہے تو ہا اہل ہنرنگ
 پہو چکی کوئی دم کو زمین آسان تلک
 اوس بزم میں ملا نہیں سکے زبان تلک
 جائیں تو کیونکر جائیں ہم اوس بدگمان تلک
 شکو قسم ہے اتھ تو لاؤ یہاں تلک :-
 بھیجیں تو پھر دیتے ہیں دور مداف تلک
 تنویر چھوڑو یا و بتان اب کہاں تلک
 غرق نہن شرم سے ہو مطلع الا نوا کارنگ
 اور ہی کچھ ہے مری آؤ شرر بار کارنگ
 کہ سہا تب ہے قاتل تری تلک کارنگ

زہر جینا ہوا نہیں وہ بھی لگین دم دینے
 یوں پھوٹوں سے کئے دنگ چھلکا ہے ہوا
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار رنگ
 رب انگوٹے سے جون شیشہ و ہر کارنگ
 اوڑھ کے ہو چاہے کسویہ کا خونبار رنگ
 دیکھا ہر جگہ نیا شوق کے آواز کارنگ
 اگلے بیار تو دیکھیں بہت سے تئویر
 بدل کو پانی پانی کریں چشم تر سے ہم
 دھنچ کو چھوٹک دین دم آتش شر سے ہم
 مستحق لیکر اجل کو آسپان
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن
 چودہویں کا چاند شرانے لگا
 بندہ پرور میرے دلے پوچھے
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا
 دس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول
 شب غم میں سوس میں اجاریاں
 دیا جسم صاف چہرہ غیری کو دیا
 قیامت تک سر نیلے جاگ لیں
 تم اپنے قافل سے پوچھو ذرا
 تمہارا بھی تئویر مذہب ہے کچھ
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں
 دودھ کھائے سے گھونٹتے ہیں گلا
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے
 کون قاتل کے آگے دم دے
 دیکھت یا دشمن میں تئویر
 ہونہ کچھ اور ایسی آواز کا انجام کہیں
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار رنگ
 رب انگوٹے سے جون شیشہ و ہر کارنگ
 اوڑھ کے ہو چاہے کسویہ کا خونبار رنگ
 دیکھا ہر جگہ نیا شوق کے آواز کارنگ
 اگلے بیار تو دیکھیں بہت سے تئویر
 بدل کو پانی پانی کریں چشم تر سے ہم
 دھنچ کو چھوٹک دین دم آتش شر سے ہم
 مستحق لیکر اجل کو آسپان
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن
 چودہویں کا چاند شرانے لگا
 بندہ پرور میرے دلے پوچھے
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا
 دس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول
 شب غم میں سوس میں اجاریاں
 دیا جسم صاف چہرہ غیری کو دیا
 قیامت تک سر نیلے جاگ لیں
 تم اپنے قافل سے پوچھو ذرا
 تمہارا بھی تئویر مذہب ہے کچھ
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں
 دودھ کھائے سے گھونٹتے ہیں گلا
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے
 کون قاتل کے آگے دم دے
 دیکھت یا دشمن میں تئویر
 ہونہ کچھ اور ایسی آواز کا انجام کہیں
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار رنگ
 رب انگوٹے سے جون شیشہ و ہر کارنگ
 اوڑھ کے ہو چاہے کسویہ کا خونبار رنگ
 دیکھا ہر جگہ نیا شوق کے آواز کارنگ
 اگلے بیار تو دیکھیں بہت سے تئویر
 بدل کو پانی پانی کریں چشم تر سے ہم
 دھنچ کو چھوٹک دین دم آتش شر سے ہم
 مستحق لیکر اجل کو آسپان
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن
 چودہویں کا چاند شرانے لگا
 بندہ پرور میرے دلے پوچھے
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا
 دس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول
 شب غم میں سوس میں اجاریاں
 دیا جسم صاف چہرہ غیری کو دیا
 قیامت تک سر نیلے جاگ لیں
 تم اپنے قافل سے پوچھو ذرا
 تمہارا بھی تئویر مذہب ہے کچھ
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں
 دودھ کھائے سے گھونٹتے ہیں گلا
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے
 کون قاتل کے آگے دم دے
 دیکھت یا دشمن میں تئویر
 ہونہ کچھ اور ایسی آواز کا انجام کہیں

وہ دل آرام جو پہلو میں نہیں چھو
 صد ہائے شب جبراً سے گرا جاتا ہوں
 شام ہے باقی ہیں دل پر بے باقی نازل
 نے تو ان ہر سترے سے اس کا پہاڑ ہے تو میرے
 ہوتا ایک دم بھی وقفہ ہر ترے آگے نہیں
 تو چلے ساتھ وہاں مست تھا ہوں کہ تم
 جی دم پر ہے وہ بھی وقت و صحت
 لیے فیروز نے خطا نہ ہر ہون سے میرے
 ہر قریب کی یاد تھام لے دوں تمہیں
 دل کو کیا بائیں پرکان لے بیٹھے ہیں
 شور کو کر نہ لب زخم جگر سے اُٹھے
 دکا ہوں پر ہے یہاں شوقی شہادت را
 سو گئے امن کے ہزاروں کو کیا سوائی
 دل پر تلخ سے بہاتے ہیں جی کو اس بن
 اٹھتے ہی پہلو سے اس پر دو شیل کے ہم بھی
 کل کو کبر کو چلے حضرت تنویر تھے لو
 ہیں شام کی سے رنج و قلق جان پر اب تو
 دیوانہ کوئی ہے تو ہو اس کی جا سے
 سہ سے ہلک جاتے تھے یا پھرتے چو شب
 جان کو تو خبر بھی نہیں اب ہر کی سے اوپر
 مینا نہ آئے عشق بیان اور یہ سن وصل
 عید ہو جائے ابھی طالب دیدار دن کو
 لکھ دل میں سے جا بیٹھے وہ گھر میں چپ کر

دل بیتاب کو آتا نہیں آرام کیس
 لئے قفسے شب وصل مجھے تمام کہیں
 کھول بیٹھے ہوں وہ زلف سیہ نام کہیں
 ہو نہ جائے وہ خفا شیخ گل اندام کہیں
 دیر پاں پہ بھی نہ تھی دم کے نکلتا نہیں
 غم کے خم پر بھی نہ تھا دل کے بے جا نہیں
 ایک اس شوش کے سوزا نہ بھرا نہیں
 آغوش تھے وہ بشر لگے بہکانے میں
 اس کے جس بیٹھے ہیں اور سب مر رہے جا نہیں
 صاحب خانہ کو سہانے لے بیٹھے ہیں
 سنتے ہیں پھر وہ ٹھکان لے بیٹھے ہیں
 گھر میں وہ غمخیز بران لے بیٹھے ہیں
 وہ ابھی زلف پریشان لے بیٹھے ہیں
 ہم پہ پہلو میں گلستان لے بیٹھے ہیں
 چتر پر گونہ دایمان لے بیٹھے ہیں
 رنج کے نوشی کا سامان لے بیٹھے ہیں
 ہر کوئیں اسید کر بگڑی سحر اب تو
 اپنے بکری پر ہی پڑی ہے نظر اب تو
 دالہ کو تم ہو گئے کتنے ڈرا اب تو
 دل ملیں اس شرف کدھی نظر اب تو
 تنویر خدا کا بھی ذرا خوف کر اب تو
 کھول دو زلف سے گر چاند سے ضلک کو
 اب تو آئین بھی ترسے لگین نظارہ کو

پہلے نال کو یا میری گران جانی نے
 میں اللہ ہے نہ بہ میں منوں کے تم
 و در ساقی میں بھی اولیٰ بھی لگا ہوا
 کچھ سودا کچھ دقت کچھ غفلت کچھ درد
 وہ پری ہے تو یوں شوق سے تھلے تو میر
 شوقی گڑھی رفتار دکھاتے نہ چلو
 عزیز میں کرنے لگے نقش قدم پر سجدے
 چلتے چلتے تو نہ عیون سے ہنہ ہر خدا
 نگہ گرم سے عشق میں نہ دیکھو گل کو
 ادا کے کوچے زنجیر کے چولے تو میر
 دیکھتے ہم تھے وہ نقشہ دلدار کو تو
 اس گل اندام کی جاہت کا طایر شرہ
 برق تیا ہے تم سنج کی چمک تو دیکھو
 چشم بیگون کی قسم مست نگاہوں کی قسم
 شایع گل کی ہے قسم میری رگ جا کی قسم
 میرے زخموں کی قسم شور محبت کی قسم
 مدد فرقت کی قسم تمام معصیت کی قسم
 دل اوس چشم کو وہ دہل زار کہ
 پنجوڑا چسپا کہ پہلو میں ل
 یہی تھا سارے آئی سودا سدا
 پھول کے دل لگائیں کسی گلبدن کا نہ
 سنا نہیں تو ساقی کو شرکا لیکے نام
 ہوتی ہماری جان ہے اس منکب ہوا

تو ڈکڑا جبر کیا بکڑوں کو بکڑوں کو
 بے شگونی ہے انہیں پوچھنا بکڑوں کو
 جب دیا جاوے تاب تو افیلوں کو
 آگ لگائے محبت کے ان آندوں کو
 سے سے پرہیز نہیں چاہیے بیوندوں کو
 نقدِ خضر کو سیاب بناتے نہ چلو
 نقشِ حب دلہر رقیبوں کے بھلتے نہ چلو
 خاکین آشک نما محبو ملائے نہ چلو
 آتشِ رشک سے بلبل کو جلاتے نہ چلو
 لوگ پا جائیگے آنکھوں کو چراتے نہ چلو
 اب بنے پیچے میں ہم نقش بدیلا کہ تو
 اب پھولوں سے کچلے ہم میں دلی لاکہ تو
 اپنی آنکھوں کی قسم لوگ چمک تو دیکھو
 درسا کا مڑا صبح تک تو دیکھو
 تم ذرا اپنی کر لی یہ لپک تو دیکھو
 اپنے حسن رنگ افشان کا ملک تو دیکھو
 گلی شویر لپک سے نہ ملک تو دیکھو
 کہ دیکھے ہے بیار بیار کو
 وہ لے ہی گئی اوس گلنگار کو
 گئے شام کے وقت بازار کو
 کہ گل نئے نئے ہی ہوں دلی گل سنا
 ساقی وہاں شیشہ لکھتے دہن کے ساتھ
 دھکے لہن سے چل نہ نسیم من کا ساتھ

چنا ہے پتہ کے شور قیامت پر پہرے
 تنویر گاہے بے روشی نے مزا دیا
 اندھ اوس کے چلنے کے فتنہ بن کس تھک
 سر پر اب بھی تھوڑے تھوڑے عین دیاں نکلیں تھک
 بننے کی ہے اور نہ جف کی پناہ
 ہیں تو آنکھ زلے بغیر چین نہیں
 یہ ہے پوچھو کہ جیسے ہیں یہ خدا کی پناہ
 اور انکی آنکھوں نے لی پردہ کا سیاہ
 وہ ناک میں کہوں دلوں کو آن چھپے
 ستم جہنم ستم ہی دس کے پھر نہ
 چنا ہے فتنہ گردن نے لی جفا کی پناہ
 اہل نے ناگی شہیدان کر جا کی پناہ
 خدا خدا کہ مسجد میں بجھ کر تنویر
 یہ سن تمھارا اور مشق بیان خدا کی پناہ

جھکا اوس نے وہ کئے ہی بنی
 ایسی باتیں بنائیاں اوس نے
 سو فیون کو بھی سنے پہے ہی بنی
 بکھڑ بن آئی دل میں ہی بنی
 اب بھی آجائے اس تہا میں بہ
 کا فر خن بدگو آخر
 ان تون کا کہا کئے ہی بنی
 جھپکے چاک کو بیسے ہی بنی
 زہر کا ٹھنڈی پانی لے ہی بنی
 رات سانی بغیر تمام کے دل
 چلے تنویر میں یہ لعل مرغلک
 گود میں انکو لے لے ہی بنی
 رہتا خواہ وہ حد سے ملے
 ساتھ اس کے پہے ہیں لاکھوں مل
 ہونے ہم تو پھر کو سے ملے
 دانا یہ شکل یہ دغا بازی
 کیون نہ رنگ حنا او سے ملے
 دل کس کا لیا کو سے ملے
 دلے ہی سرور کا خون ہونے
 ادھنے تھے جیسے آرزو سے ملے
 لگے تھے مناز کو تنویر
 ملکہ کے ہیں رو برو سے ملے

جب ہی اچھے تھے کہ اوس خد کے یاد تھو
 جان کو انی لگا لے یہ آزاد نہ تھے
 جا کے نہ گرس کو کہیں میں نہ دیکھا ہی آنکھیں
 کیا ہم اس زگس بیاہ کے بیاہ نہ تھے
 یک فلم تھے کری خدا دکا بت موقوف
 گونہ گونہ تھے ایسے تو گنہگار نہ تھے

ہونکا کہہ زیا نہ گل پہری ایس — گل میں بھیگی جان نہیں ہے سین ایسی
 دگو دیکھے گزشتے وہ ٹھٹھے ہے — ہم اور ٹھٹھے ہے اور وہ اور ٹھٹھے ہے
 باتوں باتوں میں جو پہلو سے دل لے لے لے — آغوش تمام کے ہم اپنا جگر بچھے ہے
 نہ ہی قدر سخن جب سے جہان میں تو میر — چھپ کے فنا کی طرح اہل ہنر جو ہے
 دل پریشان ی — میر تلک گو بچھے — اپنی زخموں کو بنایا ہی کئے دو بچھے
 اپنی صورت پر کہیں آپ نہ عاشق ہونا — بی طرح دیکھتے ہو آئینہ تم تو بچھے
 زلف الہی ہے تو شانہ سے اسے بھارو — شام کا وقت ہے جو کہتے کس کو بچھے
 چاہوں کیا دیکھتے رہیں ہے اور ایک — جان لینے کو فرشتے ہیں وہاں دو بچھے
 ہے جو ہن بھی چھپ چاہتے دل تو میر — لے تاکو اسے گھور دلوں سے دیکھو بچھے
 انہیں باقن سے اس کی خو بگڑی — کج جو ہم سے بنی کج جو بگڑی ہے
 کیوں گل غیر کا کیا ہے نہ — مفت اوس سے پے عدو بگڑی
 جہیزیں بلکہ جو مہر کیسا — وصل کی ہے آرزو بگڑی
 جہیز سے دل تو اس کے ساتھ گیا — جان آفت رسیدہ تو بگڑی
 قدر گوہر ہے آب سے تو میر — پھر رہا کیا جب آبرو بگڑی
 جائز تو صورت دیدار ابھی باقی ہے — اک رت مجھ میں دم لے یہ ابھی باقی ہے
 کیوں نہ دیکھوں انہیں فخر و غلے فریاد کی — حسن کی گزشتی بازار ابھی باقی ہے
 سب ہوئے حسرت دار مان تو شبہ غم نہیں — رہ گیا اک پہ گنگار ابھی باقی ہے
 دل کے بھی مجھ سے کھٹکے ہے بہا ہات پڑو — خار نکلا عشق خار ابھی باقی ہے
 اوٹھ کے تو میر کے پہلو سے نہ جانا گھر کو — دو پہر رات سمٹکارا ابھی باقی ہے
 یہ دے کیوں تری زلف دو تا او بھتی ہے — کہوں تو کہوے کہ کس کی جا بھتی ہے
 ہلکے ہام کج جو چڑھ کر اتر گئے — کتنوں کو اس پہ بھی تہ و بالا نہ کر گئے
 وہ کیسے کیا تکایت دوران سر گئے — لاکھوں دنوں کے اونپہ سے بیتہ نہ گئے
 ناگون پھر چھو دس تو بچل جلتے ہیں کیسے — پھیر آکھوں کو تیر وہ بدل جا نہیں کیسے

منع دلو کھل دیا کس نے
 کج دو کچھڑے کے سے ہیں
 نہ کچھ دیتی ہے حسرت دل
 لائے کچھ تھکے نقش قدم
 تو تو کبیر چلے تھکے تو تیرے

نکلتے ہیں ہے اور آدھن دامن ہے
 دامن گل سے بھی ہلا دزن دامن ہو
 کسی تیرے بڑے مینے یہ جھینٹ دتر
 اوس کا یہ کہنا کہ بس بس مراد اوس بھڑو
 تم نے پا چھا گل رسا ہے کیا دامن ہے
 گر کسی من شرہ دینچہ منہ اوس سے دبا
 منہ ہے اوس کے جو دامن قبلہ شرم
 جبکہ چلو سب ان تھکے تو تیرے

یہ شکر فہ کھلا دیا کس نے
 سخی غیر اجنا دیا کس نے
 اوس کے سر پہ لگا دیا کس نے
 اور گھر کا پتا دیا کس نے
 اوس مٹھ سے ملا دیا کس نے
 جو مینے میں منہ شکن دامن ہے
 اوس پہ بھی ہر سے ایک شکن دامن ہو
 گل حسرت سے بچھو لا چمن دامن ہے
 نقش سینے پہ وہ دل کش سخن دامن ہے
 کچھ کچھ اور بہار چمن دامن ہے
 جھکولے جان خطر سخن دامن ہے
 بنگیا آئینہ صاف تر دامن ہے
 عین تسلیم سزا دامن دامن ہے

انتخاب دیوان بہادر شاہ ظفر دہلوی

مردہ رکھتا ہے زخم سم غور عشق
کبھی لے لو الہوس کھا یا تو ہوتا

کی گس برم پر تو نے مجھے قتل
ذرا لادل میں شرمایا تو بہتا

یادیر نہیں ہے پر مذہب وہ یار مینا
ہر قسم اس کا نیا اس کا ہے ہر حال مینا

پھر اسے غفور و رحیم و دانا پرستہ ایک موم ہے اور اس کا خرد ارنیا

یہ دل ہی تھا نادان کہ تری زلف سے الجھا
یوں اپنے بے شمار نہ بولتا کوئی ہوتا

یہ بھول جوا لون میں پروتا کوئی ہوتا

کولی اور اس کو سوا تیرہ سو بجایا ہو گا
 رنگ درجہ کو تین سو اسی بجایا ہو گا

دلیکا و دوحس و ہوس کو نہ بھل دیں غلبہ
دل میں جسی بھس کے لوئے سما یا ہرنگ

بے معادہ پڑا ہوا ہے جس قدر کہ ہم
میں یوں ماسخ مجھے کھانے سے انکار ہو

میں جون ماسٹر مجھے قلم کھانے سے انکار نہیں کرتا کہ چہ غم میری غذا

وہے مستحق مجھے فہمے مردار نہیں کھائے غم اتنی ہلا

پیچھے خاک سیردن لکڑی کہیں بند کئی
 بڑی دھواڑی سے =
 تھے بھیجا جواب ایک بھی عیاری سے
 یہ بھی تمہارے کا کھس
 ہے حیات ابدی کی خوشامد حاصل
 تیرے ہاتھن قائل
 تیرے آب دم شیر کو تیرا بسمل
 دیکھتے تھے باب تھا
 ہوتے تھے ہر طرف سے سو تقدیر سے ہو
 ہے یہی بات بجا
 زور ویشن کا فرق چاہیے نہ مع شاہان
 مجھے تو بخشے اتنا رہن میں تجرہ پیدان
 کتاب میں دھڑلے کیا بت کہ لکھ کہ نہیں
 ہلکے دلہ نقش کا مجھ سے تیرا فرمان
 غنیمت جان: وہ لکھتے کیفیت سے گلشن میں
 بیٹے جاسا ساقی بیان شکن بھر بھر کے بیان
 نہ کیا وہ کہیں جود جو کچھ نہ دل میں
 بہت سجد میں سوا بہت سا دھڑا تھا نا
 فخر و مذہبیدگی ہوتی ہے ہنر ہے
 گرے گزندہ دل سے باؤ پوسے ستا نا
 دیا اپنی خودی کو جو پہنے آٹھ سادہ جیروہ سلیج میں تھا نہ رہا
 سہ پہرے میں اب زندہ پردہ نشین کوئی دوسرا لکے سوانہ رہا
 نہ تھی حال کی جب جہن اپنے خبر ہے دیکھتے اور دن کے عیب ہنر
 پڑی اپنی بُرائیوں پر جو لڑ تو لگا ہ میں کوئی بُرا نہ رہا
 ترے تیغ کے خیال میں کون سے دن اٹھے مجھے نہ فتنہ روزہ جزا
 تری زلف کے دھیان میں کوئی شب مے سر پہ جو مہلا نہ رہا
 ہیں ساغر بارہ کے نیچے میں اب کہ دیر جو ساقی تو تباہے غضب
 کہ یہ عقد لٹا تھایہ دور طرب نہ ہے گاجہان میں سدا نہ رہا
 کئی روز میں کچھ وہ مہر تھا ہوا میرے جو سامنے جہلوہ شا
 مجھے مہر قرار نہ رہا اُسے پاس محباب دھیان نہ رہا
 ترے نغمہ و تیغ کی آب روان ہوتی جبکہ سہیل ستمزدگان
 گئے کتنے ہی قافلے خشک زبان کوئی تشہ آب تھا نہ رہا
 لے پا ہا تھا مینے گرد و رکھون مری جان بھی جلتے تو جلنے شوق

کئے لاکھ غریب کروڑ خسون نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا
ظفر آدمی اسی کو نہ جانے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے پیش میں یاد خدا نہ رہی جسے پیش میں خوف خدا نہ رہا

یا مجھ فرشتا مان بنا یا ہوتا یا مرا تاج گدایا نہ بنایا ہوتا

خاکساری کیلئے گرچہ بنایا تھا مجھ کو کاش خاک دو جانہ نہ بنایا ہوتا

فتیہ خشت کا اگر طرف دیا تھا مجھ کو عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

صوفیوں کے ہونہ تھا لاکھ صحبت لکھو قابل طہرہ زندانہ بنایا ہوتا

تھا جلانی اگر دوری ساقی سے مجھ کو تو چرخ وریو میخانہ بنایا ہوتا

شعلہ مسن مہین نہ دکھایا اپنے روز مہمور دنیا میں خرابی پر ظفر

در نہ ملے کو بھی پروانہ بنایا ہوتا ایسی لبتی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

دلغ کیا دکھائے نگارے خشت کے گھر یہ آشنہا

اس دل را سے کیجئے گلہ دلبری کا کیسا ہر دل ہی پر خلاف تو شکوہ کسی کا کیسا

جب تک کہ تو نہ ہو کا تنک پاش ہر درش پائیگا کوئی خستہ فرا خستگی کا کیسا

اس سے ہم سے ہے دل بکس کو دیکھئے ہو بعد مرگ حال مری بکسی کا کیسا

کہتے ہیں مجھ سے پھر دل بیتاب چلے ہیں کیا جانے دعا ہے اب اس مدھی کا کیسا

اک میں نہیں ہے دیدہ دنیا کوئی ظفر وحدت میں اسکی دخل ہے منہ علی کا کیسا

آپ غنوب کیا کاٹ کے گر سر پھیکا پر مری لاش کو کیوں کہ چہ سے ہر پھیکا

تیرے گھر حیات ہی تیرا ہی دل نے چھوڑا تیرے گھر میں پر بچھے اور گاہ فلک پر پھیکا

روشن برگ خزان دیدہ گل سے اسکی لے صبا تو نے ہمارا تین لاغر پھیکا

ہوں میں وہ سنگ کہ درمیان فلک سے بھوکا گردش دہرے گوپن میں پھر اگر پھیکا

دل سوزان کو سے لے تو لیا اسے ظفر لیک جب چلے لگا ہاتھ میں لیک پھیکا

جگر کا وہ دسیا ہی میں گر سحاب بنا تو دل کا دلغ بھی تالیش میں آتد بنا

جلو یا دل جو تم سے شعلہ لگھو نے مات فلک پہ نالہ مرانا دک شہا بیٹا

دل شکستہ کی ترمیم کچھ دہستی کر
 ہوئی نہ پاؤں تلک اُس کے دستِ فرس
 خدا کا گھر ہے بنا بنا اُٹھتا اب و بنا
 ہمارا دیدہ نہ کیوں حلقہ رکاب بنا
 فقر جو کھنٹ ہے احوالِ دل تجھے اپنا
 تو ایک رقمہ سے کیا ہو دلیکا کتا بنا
 ترمیمات کو گنہ جائے گا
 تیرا بیمار مر نہ جائے گا
 قاصدِ اشک کے سام میرے
 کوئی وہاں نام نہ نہ جائے گا
 ساتھ پہنچے کوئی بھی زیرِ زمیں
 غیرِ داغِ جگر نہ جائے گا
 بے چکے دیں نہ ہا میرا
 کیا وہ قاتل نہ نہ جائے گا
 گرچہ رملے گا ترا بیسار
 تو نہ جائیگا پر نہ جائے گا
 تو اگر جائے گا تو ساتھ تھے
 سایہ سان کب فقر نہ جائے گا
 وہاں دل نہ لگتا جو کوئی اور سا ہوتا
 پہونچے نہ لگتا تا جو کوئی اور سا ہوتا
 زلفوں کو دیا چوڑھے منہ تھا تھلا
 میں ہی تھا جو خاتمِ شرم لٹکے تری بات
 کہ قدر مری تے سسکا رہ نہ جانی
 دین گلابان تو نے ہمیں اور ہم نہ گئے کیکہ
 بے مل دیکھے فقر بنے کہا کہ بھی نہ لگو
 ہلکے پورے مینے لے نہیں سے کہا
 اسد ہے جو سے قتل کا تجھے قاتل
 سراپے مل مانتوں کو جان دی اپنی
 قسم خدا کی تجھے قاصد اک یہ پیغام
 ہمیشہ کہتے یہ غیر کی طرف داری
 فقر وہ دشمنِ جان ہے لے بجا نبودت
 تیرے خیمہ کو کہاں چہڑے مر جان پہونچا
 اس کی پشت لبِ جان بخش پہ لکھا خطِ بنر
 جب نہ فتنہ کو تر سے لعلِ بدشان پہونچا
 خضر کو یا کہ سرِ خیمہ جواں پہونچا

بخیر گر کون تھا چو چاک بگر کو سیتا
 آنحضرت عشق سے جلتا ہے مرا خانہ دل
 دیکھے صبح تری کون سے دن ہوتی ہے
 لے ظفر چو چنے مرا اچھ کب اُس امن تک
 بنے بھی کو عشق میں بدظن بنا لیا
 دعویٰ تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمیں
 قصر بہشت پہلو مبارک ہونا اہم
 اللہ سے تیری مشکوٰۃ تھے بنا ل
 پگھلا خراج دیکھے کیسی تے ظفر
 جب گلگلا کے ساقی گھٹام ہنس پڑا
 دندان کی تاب دیکھے کے انجم ہوئے نخل
 کچھ تو خوش آئیں بھگو تری بد زبانیاں
 حنا نچھ دل گرفتہ نہایت ہی باخ میں
 سیراب آب تن سے ہو کر برگ گل
 بادش کے وقت چکے پہ بھلی بھی کیا ہوا
 کیا بت یاد آگئی اسکو کہ لے ظفر
 کہے میں تھے تنہا ہر شب مجھے ہو جانا
 بے طرح مجھے آنکھیں ہر لمحہ دکھاتے ہو
 وہ تم سے بے حس کی تقدیر میں حبت ہو
 نیند لے ظفر کیوں کہ نہ آئے جو شب بھگو
 کیا کہوں دل نائل زلف دو تائی نہ کر ہوا
 منکوحہ عبادت ہو تم ابرو سے یار
 دیدہ حیران ہمارا تھا تنہا رہے نہیر یا

خوب بروقت تھنے ناوک جاننا پہنچا
 جھلک پانی کہیں لے دیدہ گریبان پہنچا
 میں تو حرف کے قریب لے شب چراں پہنچا
 ضعف سے جو نہ مے تابہ گریبان پہنچا
 تھا دل جو دوست اسکو بھی بوجھ نہ لیا
 اُس بت سنا ایک دم میں برہنہ بنا لیا
 بنے لو کہ یار میں سکن بنا لیا
 پتھر بنا لیا ہے کہ آہن بنا لیا
 تھو اُس نے یوں جو پھیر کے حق نہ لیا
 شیشے نے قلعہ کئے اور جام ہنس پڑا
 وہ وہیں جو شب کو لب بام ہنس پڑا
 میں سن کے تیرے منہ سے جو تمام ہنس پڑا
 پر کہ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا
 ہر ایک زخیم عاشق ناکام ہنس پڑا
 رونے پر میرے گرد وہ دلاام ہنس پڑا
 وہ یک ہیک جو سکے مرا نام ہنس پڑا
 دو چار گھڑی اپنا دل کھول کے دے جانا
 نشتر کہیں نہ لگا نہ کہ دل میں نہ چھو جانا
 دل دیکے تمہیں پہننے لے شعور مٹو جانا
 سر رکھ کے سر نہ لڑا اُس یا کے سوجانا
 پھر بھلا جگا گرفتار کیا کیونکر ہوا
 آنکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا
 جھکو حیرت ہے کہ پیدا نقش پاک کیونکر ہوا

چہ نہ ہوا تھا ہوا ہم پر تھا ہے عشق میں
 وہ تیرے نا آشنا مسطور عالم میں نظر
 عین کھلے دل کھو کر گڑے جگر ہونے لگا
 کچھ خبر تھامنے دی ایسی کہ سنتے ہی ہے
 بنے کہہ کر اپنا حال دل دیا سب کو رو لا
 مجھ سے عالم نے سن حیرت افزا کا نہ پوچھ
 کچھ جان میں ہوا ہی پر ہے گاہ سو ہو
 رست سب ہن گئے ساتھی نمود کی بات
 ناتوانی سے یہ احوال ہوا ہے اب تو
 ہر طبع میں کہ ہے جیسے نظر اس کو خود
 کہ شیون جو سو نہ تم ہجران کی حقیقت
 آنکھوں نے ہے دیدہ گریان سے دکھایا
 جو حرف ہے مطلب کا وہ اشکوں سے ٹوہ
 مدد کان تک صرف ہو پر زخم میں میر
 حاضر ہے دل جہان کو طغیاری کے آگے
 گریختہ امر کی مسکرائی آج
 عجب روش سے وہ غمزدہ ہن ہنایا رو
 ملا وہ شفیق تو ہے کہے غمزدہ ہے
 ایسی آنکھ نہیں سائی سینگ جانان کی نمود
 قدر عا کو تمہے دیکھ کے لے رشک میں
 متصل زلف کے چمکے کہان وہ درگوش
 مزاج دست جنون اس تری چال کی کو
 نین روشن کو جو زلفون سے چھپایا اُس نے

تھے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
 برضا جانے وہ کہے آشنا کیونکر ہوا
 اور اگر دے دے کو رو کا درد ہوئے لگا
 دل سے میں مجھ لاد دل بے خبر ہوئے لگا
 ہر طرف رو مال پر مال تر ہونے لگا
 آپ جہان آئینہ تو دیکھ کر ہونے لگا
 کیا کروں بیتاب دل پھولے نظر ہونے لگا
 سو جتنی یعنی نئے میں ہے بہت دور کی بات
 کہ سنائی نہیں دیتی تیرے رنجور کی بات
 خالی اندر وہ نہیں کچھ بیت نمود کی بات
 کچھ بھی نہیں ہے آتش سوزان کی حقیقت
 کا دن سے سنا کرتے تھے طوفانی حقیقت
 کیا خط میں کھ نہیں غم نہا کی حقیقت
 قاتل نہیں کہ ایک تنگ دان کی حقیقت
 کچھ دل کی حقیقت ہے نہ کہ جان کی حقیقت
 ہنس جہن میں سیکھ تیرا یاد آئی آج
 کہ ہنسی سے دل کی گرہ کشائی آج
 سولے گریو کے کچھ بات بن نہ آئی آج
 کہ نظر نہ چڑھی ہر درخشاں کی نمود
 گھٹی خاک میں سب مرد و گشتان کی نمود
 ہے سرشام غمراختہ زبان کی نمود
 نرہ نام کو بھی تار گریبان کی نمود
 وصل کے دن ہی ہوئی اک شجر بزرگ نمود

اے قفر خاک سے منان کا پتہ نہ تھا ————— خاک ہلکے پر لے کر سے دہان سے دور
 جان تار ایک ہی تھوڑی بہتی ہوئی تھی ————— جب ملک یا کھٹا کھٹا شہدائے ان سے دور
 دل آشفستہ و تھکا اتنا پریشان خاطر ————— رکھ نفس کو مے عالم نہ گستان صاف
 گوش گل رنگ تری فریاد تو پہونچتی ہوتی ————— پر کسی ہاتھ کے حضرت انسان سے دور
 طائر سدا نشین گم ہے گرم پر داز ————— اس سے ایمان ہے دور اور وہاں کھٹا صاف
 مہرے نزدیک نہیں ہو کر قفر کا فرشتہ ————— یا تو دور رکھتے تھے سرگوشی میں سے استغفار
 یوں گل و بیل میں سب ہی ہتھ بھرتے ————— سبھی اک چھپنے کاوشی ہیں سے استغفار
 کہتے گل بہن سفر کوئی ہے بے زینت سفر ————— اے قفر سبھی کی سبکدوشی ہیں سے استغفار
 گل نشان آہاں است ابر بہار ————— فخر نیاد کرو بسیل زار
 طائر کبشا و سبیل در بجان ————— چشم واکر و نرگس ہیں
 بر سر سبزہ قعرہ شبنم ————— ناز ابریشم و درویشہ دار
 گل نہ است جام نئے رکھ ————— مخمور دار و صراحتی کبنار
 اے قفر جام بادہ اندر گیسر ————— دور عیش است و مہر جس نکند
 ترقی ہے پازیب و سر کا مجھ مرز میں پر گوہر فلک پہ اختر —————
 ہے سہیں جلوہ مناجیک کر زمین پر گوہر فلک پہ اختر —————
 و فواشکون کا ہے جلعے نکلتے ناون میں ہی شراے —————
 نہ کیونکر ہوں عشق پر پھسا و زمین پر گوہر فلک پہ اختر —————
 پھیرے پاؤں میں ہیں نمایان تو سر پہ رانج جن جن غوزان —————
 نہ دیکھیں دیوانے تیرے کین کر زمین پر گوہر فلک پہ اختر —————
 اور دھر تو کسے چھٹے مین و بان اور ہی اشجار پر پر افغان —————
 ہی ہے سیراک چین کے اندر زمین پر گوہر فلک پہ اختر —————
 زمین نہایت ہی سخی یہ شکل قفر ہے استاد پر وہ کمال —————

غرض دکھا ہی دیئے بھاکر زین پر گو ہر فلک پہ ہنستو
 آئی گلشن میں بہار لے دی فلک ہمارے — کر نہ وہ گل خوبی تو ہے کیا خاک ہمارے
 جہن حسن پہ کی بھول رہا ہے اپنے نہیں سننے کی سدا لے بت بیاک ہمارے
 جا بجا خون شہیدان سے ہے اک زہر کن ہے ترے کو پے میں لے قال سفاک ہمارے
 کون کت ہے گلون پر ہے جہن میں شہنم ہے تھے سامنے تجلت سے عرقناک ہمارے
 نے ظفر حاکم کی پر نہ کرے ناز کھی — دیکھے رنگین اگر اس شخص کی پوشاک ہمارے
 ہر آتش سے ایسا ہے آب آتش کا طور دو دن میں جیسے بولے ہے رنگ عیا کا طور
 بہت گنتے گنتے ہی پیہرا جہان میں گھر ہے بھارتی تو گزشتہ ناز کا طور
 و افواج اس میں ہے وہ حور میں کہاں شرفی کی دوز ناز کا شیوا ادا کا طور
 چیرن نہ ہو کسی سے کوئی خوب ہو کر زشت یہ ہے مثال آئینہ الی وفا کا طور
 دکھا بالے ظفر ہمیں اس پر فریب نہ — مہر و وفا کے ڈھنگ میں ظلم و جفا کا طور
 زلف آفتہ نہیں خالی تیغ و لبر کے پاس شاخ مثل باغ میں طوفان سے نیلوفر کے پاس
 جیسے دل کے متعل رکھتا ہوں میں تصویر اور ہی صحت کا بلور ہے خلد کے ٹھکر کے پاس
 ابر کی کیفیت خالی ہیں بھائی نہیں بادہ گلون سے شیشہ لکھتا سا بھر کے پاس
 ان کے گنتے کا تیرے درخت و درختان جا نہیں سکتا کھی کا لایا ہوا دے کے پاس
 ہر آواز بجا آفتہ ہو کیوں نہ شاگرد تعمیر — اس غزل کو بجا کے پڑھ ہر ایک عالم کے پاس
 شہر عشق نہیں ہے دل مالوس میں شے جل رہا ہے جب اس پر وہ فافوس میں شے
 جنبش شہر سے پرواز کے جہاز سے سر ہاتھ ملتی ہے کھڑی حسرت و افسوس میں شے
 گھر میں درویش کے ہے رو شقی دل سے چلے — چاہے محفل اسکندر کا دوس میں شے
 اس دل چلے کو چاہے کیا گور کا چراغ ہے داغ دل ہی کشتہ رنجور کا چراغ
 اس رخ کے رو برو سر پر نور کا چراغ تمام سایوں سے چھ کوئی درد کا چراغ
 کس شہر کے کہے سے آئی مہاکویون بھر کا حیات عاشق بھور کا چراغ
 برونش زین میں ہے ہیں یا میں برونش — دیکھا ہے کس نے خانہ زہور کا چراغ

قربت پہ مکتون کی مناسب ہے سائیا
 رہشیں جو جامِ ابدۂ انکسور کا چراغ
 ہے سرمہ حوادثِ دوران کا خم بھی مدت
 کیون کر چنے کین دلی سرور کا چراغ
 رہشیں تھے فرشتے کی بھی نہ پہچان
 تو ہی تھے نہ تیرے تیرے کا جس چراغ
 نہیں چہ گند کہ وہ جیوں پہ چل چکینگ
 یہ دل ہے ٹوٹ نہ جا کے ذرا سنبھل چکینگ
 نگر بجز دل عاشق پہ نہ کسی کا جسگر
 خدیگ ناز کو تو اپنے دیکھ بھال کیسک
 ہوا میں نامراد ہے شیخِ نامبر کی طرح
 بہ لکڑے ہاتھ سے دھن شمع میں سوکھ چکینگ
 یہ کی تر پہ تیرے خدا سے درصیا رہ
 زہر پلوکھ کے منج فکستہ بال کے چینگ
 قہر کمال ہے عقیقہ دل کے ہتھون سے
 جو میرا پس جو تو سینے سے دھن لکھ چکینگ
 بجا خونِ جگر عشق میں شراب کے مول
 گڑک میں خستہ جگر بگ لگے کیسے سوال
 چو لکھ لکھتے ہے وہ شہر و من ہے کج
 کہ ماہ و نو کو بھی لیتا نہیں یہاں کے مول
 قہر وہ روئے کتابی ہے مصحفِ مشاق
 کسی کتاب کا کیا لگے اوستا کے مول
 خطا یہ گوا قاصدا کس کا کر سے نکل
 بھگو جو اس نے کہا دور ہو کر سے نکل
 منہ کیا ہے ہر رک نہ سکا کیا کروں
 گری بی ڈرا شک تیرا یہ کہ تر سے نکل
 پار جسک کے ہوا تیرے قسم پار کا
 یہ وہ کا تیرے جاتے ہر سے نکل
 ہے بلو سن خوش کو آپس میں لے قہر
 گل ہے رائے بلبل و بلبل برائے گل
 فلسفہ ساہتہ تو ہی زندگی سے کیا حاصل
 فٹاسے پہلے فنا ہو کہ ہو بقا حاصل
 چمکانے بھر میں آنکھوں کو سونے کبہر دل
 کہہ رہیگا تو اب اس سن کا حاصل
 کچھ کے راحتِ جان اس کو دل دیا چنے
 ہوا اندر پرہیز کچھ رنج کے سما حاصل
 ہزار پارہ کیا آنے تیغ سے دل کو
 ہزار شکر ہوا دل کا مدد حاصل
 سمجھتا آپ کو بے خاک پائے غزالدین
 کیا غفرت نے یہ کیا علم کیا حاصل
 اتنا نہ پانے جاوے باہر لکھ کے چل
 دنیہ ہے چلچلاؤ کا رستہ بھل کے چل
 پیرا آگہی بھی تو دین چہ کر کہہ دیکھ کر قدم
 کہتے کہ کون تجھ کو نکل چل بھل کے چل
 کیا چل سکیا ہم سے کہ پہچانے ہیں ہم
 تو لاکھ اپنی چل کو غلامِ دل کے چل

جمل کے جوش بھٹ گئی کی طع اوڑا
 ارغند سوئے دل ہے زوالے نگاہ دار
 دل لگا لگو گئے تم کو اے منم دیدیگے ہم
 زار ہے منز کو ہرگز نہ کیفیت نصیب
 اگر کہن ہو گئے نشان کیا تم دم نہت بگو
 یہ بھی تھا تقدیر میں لکھا کہ لے لڑا نہ تھے
 سب نکل ہو گئی اے قاضی ہاری مرتین
 کدو ہے دل کے بیڑ پر جا سنے ہم دوست
 تری عموماً نہ نہیں ہے دبا لے غضب کے ہیں
 شتہ لی خار حوائی ابھی عقدہ کشائی کر
 جلا دینگے شمالی برق غریب ہر طاقت کا
 طیر مٹا دے کیا ہر انگریز و زمان مقابل ہ
 ڈوب دیتے ہیں اگر دلبہا میں ایک عالم کو
 غضب شے ہیں کیکی مانتوں پر لگے ہاتھ لے
 ترمیر کو مریط کی تہ میرے بد لون
 زہر تاب بخت میں ملا دت ہے کچھ ایسی
 بیاری بجران سے اب اتنی نہیں طاقت
 انجم سے مے داغ سوا بھی جو کچھ تم
 داند ہے نہیں دل کو فکر آہ جو بس ہو
 صوفیان میں ہوں نہ زندہ یعنی یوں لکھا نہیں ہوا
 مریکیت ہے محبت میل مذہب مشق ہے
 اے نظر میں کیا باتوں تجھ سے کچھ لکھا نہیں
 جس جگر ہم چل دیاں گرو تہو تو کچھ نہیں

گلشن میں میرے ساتھ خدا مریط کے چل
 دو چار تیر چپکے سے آگے اجل کے چل
 پر نہ دنیا اور کو ہر بھی قسم دیدیگے ہم
 جام سے کیا لگا رہے اسکو جام ہم دیدیگے ہم
 جس کے کہتے ہیں کہ کچھ دھوا عالم دیدیگے ہم
 یوں دل و جان دین و ایمان ہم دیدیگے ہم
 جب تڑپ کر دم تھے زیر قدم دیدیگے ہم
 لے لے نظر کو ٹکر کسی کبیر رقم دیدیگے ہم
 لے ہاتھ میں ترک بست یہ جلاے غضب کے ہیں
 کہ ہنگام غلش یہ پاؤں کے کچھ غضب کے ہیں
 وہ زسار آتشیں آتش کے پرکالے غضب کے ہیں
 تپ غم سے مے ہو ٹوٹنے بتجھے غضب کے ہیں
 ترے لے بحر خوبی کان کے لے غضب کے ہیں
 فقر وہ بھی غضب پر تو لٹے دل غضب کے ہیں
 تقدیر کو کس طع سے تقدیر سے بد لون
 میں ماس کو نہ ہر گشت کرد شیر سے بد لون
 بستر چ جو کر وٹ کسی تہ میرے بد لون
 اس بات پر شکار اس فلک میرے بد لون
 اس پنجر کو میں خیر لغو میرے بد لون
 اے توبندہ خدا کا چوں گھر لکھا نہیں ہوا
 خواہ بہن میں کاہنوں میں خواہ دنیا نہ دین
 لیکن اپنے خردین کے نقش پر دلو نہیں ہوں
 اور جہان تو ہو وہاں قابو نہ ہو تو کچھ نہیں

محکم محل کسے زانو کے نیچے ہونہ ہو
 عشق میں لادے ہے کیا یاد و بجز سوز و گداز
 بس میں کہنے کو دل ہوں کہ کہہ انہوں کہہ کر
 بے امانے یا کہے کیوں کہے پیچھے اصل
 پہلے رہیں مڑ ہوں کو ظفر انہا ر لطف
 پاس پہلے اس کو کیونکہ تیرے کھینچ لوں
 چاہے ہے لطف پار کہ میں پہلے نام میں
 آخر وہ جان صبح کو کہ بیاہیگی سفر
 میں وہ قلندر ہی ہوں کہ بندہ کروں تیرے
 کیا عقل ہے جس کو کہوں سوچو کہ ظفر
 خواب میں جلوہ جو شب اس نے کیا بھگو
 جین تھا خواب دم میں مجھے لے کر نشو
 چاندنی کی میری خوبان تا محرو کیا گئے
 غم نظر آ جاؤ شاید اس ہوس میں کہ ہم
 اگر نہیں ہے ربط کہ باہم تو پھر محفل میں شب
 ہوا ہے تشریف جام سے لگاؤں تجھے
 اک ٹکڑے کیچہ دکھلا رہے
 آئے پکارا تھا کسی اور کو
 فتنے کی امید تھی لیکن ہوا
 آگ اگر آج بھی ائی تو کیسے
 کہیں کس وجہ ہم منہ سے نہیں کہہ لائے
 رقیب اور ہم میں وہ دن اس کی کیا آفت
 نہیں رہے پر لکھا ہے وہ وہ لکھ کر
 آنکے نالہ پر مرزا الزام ہو تو کہ نہیں
 لب پہ نالہ چشم میں آنسو ہوں تو کہ نہیں
 تیری آنکھوں کا اگر یاد نہ ہو تو کہ نہیں
 جنگ سکی جنس ابرو نہ ہو تو کہ نہیں
 زیب گل خوشبو سے ہے خوشبو نہ ہو تو کہ نہیں
 گلاب میں ہی دیکھوں تو تصویر کچھ لکھ
 دل کو مثال مرغ ہوا اگر کھینچ لوں
 دو چار اور نالہ شبگیر کھینچ لوں
 ساری کراہت نکلے پیر کھینچ لوں
 جس دم کروں ارادہ تحریر کھینچ لوں
 صبح تک غش میں رہا ہوش نہ آیا مجھ کو
 تو نے کیوں دشمن آرام جگا یا مجھ کو
 اور ہم انکا رخ رشک فر دیکھا گئے
 صبح سے تا شام سوتے رہ گزر دیکھا گئے
 تم نہیں ہو وہ بھی کیوں لے ظفر دیکھا گئے
 شیشہ ٹل ہے بہت ناکہ وہ کیونکر دہن تجھے
 کم گئی نے تری ماسا بھے
 مینے یہ جانا کہ پکھلا رہے
 زلف کے سوئے میں غما رہے
 یا ہے وہ کل کا اشارا رہے
 ہوا بدنام عالم میں ہلکا نام ان ہے
 کہ الفت صبح ہے ہے محبت شام ان ہے
 کہ یہ جود شنی ص ہے کنار باہم ان ہے

جو نکل حاضر لقا میرے ہے قلعہ بین
 بھوسے پیچے ہیں وہ غصے میں ہوئے ٹٹے بزم
 نہ زہرے پہلے میرا نام سکر نہس پڑے
 عاشق آرزو نہ ہو ہرگز جھٹائے یا سے
 بزم میں بکری بان ساقی کی کچھ اس لطف
 یہ غرور جاہ خائف و دہنہ کی بات ہے
 توتہ دیکھ بھلا دلش کو کہ آفرینے کفر
 نہ بند بیکرے تیرے کو پٹے کھاتے
 یوں شریکی چٹی کہ نہ ٹھیکہ بنے
 لے لے لے قہر اس سے نہ کہ بات کو دیکھا سو با
 ہم ہے شیشہ ساقی ہم ہے برساتی ہے
 کہہ تو ہے اپنی طرف سے طلب ساغرے
 نشہ خالی ہو تو خم پاس صحرے پلیریز
 وہ بھی سرست ہے ہم بھی نشے میں شرد
 یا ہے یا ہے ساتھ قہر یوں و کند
 آتش الفت مل بیتاب میں کشن ہوئی
 تادو جانان ہیں اول تو جانا منہ ہے
 حلقہ در گز ہلایا بھی تو بوسے کون ہے
 آکھڑاٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ پردہ میں ہے
 سنے بھی وہ کسی صورت سے گئے تو کپھر
 عاشقانہ شہر بھی کوئی پڑھتا تو پڑھ کے پھر
 آہ بھر کہہ اگر آئو بہانے بھی تو کپھر
 بات گر دل کی جانی بھی تو پھر جھٹکائی
 نہ زہرے باغ ان سے ہے نہ زہرے علم ان سے
 ظفر شاید کہ تم کو خواہش دشنام لے ہے
 پھر سنا پیغام تو پیغام سکر نہس پڑے
 نے اگر دشنام تو دشنام سکر نہس پڑے
 جام دہیلے سے گلغام سکر نہس پڑے
 خاک میں ہم گور میں بہرام سکر نہس پڑے
 کوتاہدیشوئی عقل خام سکر نہس پڑے
 دیر گئی نہیں تقدیر کو پٹے کھاتے
 اس طبع برق کی شمشیر کو پٹے کھاتے
 بنے اسے یار کی تقریر کو پٹے کھاتے
 نذر ن بادہ نشی دن بچا ہے اور اتنا بھلا
 دور ساقی کی کچھ ادا دودرات بچا ہے
 خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہے
 ہاتھ گردن میں ہے اور لطف عیاں بھی ہے
 اور اگر چاہیے کچھ بات تو وہ بات بھی ہے
 آگ کیونکر معدنی سیلاب میں مشن ہوئی
 اور گئے تو حلقہ در کا پلانا منہ ہے
 اب بتائیں کیا کہ نام اپنا بتانا منہ ہے
 سنے ہے پردہ ہو کر آگ کو آنا منہ ہے
 ہونا ہنسنا تو کیا دان سکرانا منہ ہے
 آہ بھرنا منہ ہے آئو بہانا منہ ہے
 وہ جو دل کی بات اسکا جتنا منہ ہے
 لے ظفر ایسی جگر دل ہی لگانا منہ ہے

کافر تجھے اللہ سے صورت تو پیری دی
 دی تو نے مجھے سلطنت جو برابرے عشق
 پر حریف تھے میں صحت زوری دی
 ہر خون کو شکی مری آنکھوں کو تری دی
 کیا کیا زبیریشانی و آشفہ سری دی
 تو نے نہ اجازت مجھے لے بال چری دی
 گویا کرو عالم سے طعنے بے خبری دی
 جیسی اب ہے سری غفلت کبھی ایسی تو نہ تھی
 بیقرار سی تجھے لے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
 دوترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی
 جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی
 خوتری حور خائل کبھی ایسی تو نہ تھی
 ہے غضب تجھے بھائے کس غضب میں پڑ گئے
 اسنے کیا ہو گا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے
 پڑے کیا آنکھوں پر پنج بے سبب میں پڑ گئے
 تفرقے اب لے فراق یار سب میں پڑ گئے
 سیدھے سے جو درد و رسم اب میں پڑ گئے
 آجکل سانسِ جن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی
 ساز بگڑے ہے تھکے ہے صد بگڑی ہوئی
 سرو ہے بگڑی جو تیرے نادا بگڑی ہوئی
 ہے تری خوب طمع لے دل بگڑی ہوئی
 لے طمع بات نے کوئی بنا بگڑی ہوئی
 تو کہے اس سے یہ باز د آجے گا ہے
 اس طرف بھی تھیں لازم ہے تھکے گا ہے
 دہم خطبہ خطبہ نہیں گا ہے گا ہے

کافر تجھے اللہ سے صورت تو پیری دی
 دی تو نے مجھے سلطنت جو برابرے عشق
 کافر تھے سوائے سیر زلف نے ہمسکو
 صبا نے دی رخصت پر داز پر افسوس
 ساقی نے دیا کیا مجھے اک سا غر سرشار
 بات کرنی مجھے مشکل کبھی اڑی تو نہ تھی
 دیا کہیں کے کون کج ترا صبر و قرار
 گویا کہ کوب کیون ہے قنائل لے دل
 چشم قاتل مری دشمن تھی ہمیشہ لیکن ہے
 کیا سب تو بگڑے تھے طعنے برابر
 حضرت دل عشق کے بیچ و لب میں پڑ گئے
 کار دنیا ہوئے یا ہو کار دین محنت بے شرط
 کیون او دھر خیم عنایت سے نہیں پڑتی نظر
 دل کہیں ہے میں کہیں ہوں او کہیں میرے عواس
 منزل مقصد کو وہ پہنچنے آسانی طفر
 صحت گان ہے نقطہ بل سے کیا بگڑی ہوئی
 دل شکستوں کا سخن کیون کر نہ ہوئے نادرست
 کھل گئی ہم پر کہ زند و دن سے کہیں بگڑتی گئی
 دیکھے کیسے بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو
 ہیں بھی باتیں جانتے پر ہیں قاتل اسکے ہم
 کوئی جلتے جو اُدھر شام دیکھا ہے گا ہے
 چلے زخم سرِ خال بنا ہے گا ہے

دلہنہ شورش ہے سدا بہ چہ دم دم سو
 مشکِ جویخ آئینوں میں ہے رنگِ زہرا کا ندو
 ہر چہ چہ جو نہ تم حال دل غم پر دور
 ہے بلا کز تہ انہوہ ہجوم غم دور دور
 دل کو فرصت نہیں اتنی کر کے گاہے
 کیا کہوں کہ کچھ غم جو میں گھر دیاں گن گن
 دن ہے ہم رات کیا کرتے ہیں سدا سے دن
 مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن
 بزمِ جہاں میں ہیں بارگاہان ہے لیکن
 دیکھ لیتے ہیں اسے ہم سرا ہے گاہے
 فرصت کیا کہی کہ ندی دگر جوم غم نے
 خون کے دریا کی جاری چشم غم نے
 جو نہ کہنا تھا کہا تیرے لئے عالم نے
 اچھو یہ عہد کیا چاد کے تم کو ہم نے
 دیکھو یہ کوئی اد کو چاہے گاہے
 جس میں عشق میں کسی شمع کے ہون چھوڑا
 کہ قتلِ لبت ہے اور چشم نے خوں تاب
 دیکھا اس کو بھی ایک دن پریشی پا چشم بکتاب
 وہ بھی ہو جائے گا میری ہی طرح بکتاب
 اُس کو پہنچا ہے غمِ مدد کہ ہے گاہے

حصہ دوم

شاہنشاہ دلاور شہزاد اللہ تاملے
 اللہ ری تری جنبش مرغان ستم کشیں
 تیرے رخ و دشمن کے تصور سے ہیشہ
 جانیگی نکل جان مری دیکھ کساندار
 باندہ محبت میں نہ دل بیچ تو اپنا
 لے قصہ تو ہی اس جان چھلک جائیگا
 جا کے کہہ کیا کر یگا تیرا عاشق لے صنم
 جلنے دو جاتا ہے گر مردان کا کاروان
 دام سے صیاد مرغ نالو ان بھوٹا تو کیا
 کون ہے قاصد نظر ایسا بجز اشک روان
 جب تھا ساقی پار ہمارا ہم تھے اور میا نہ تھا
 حسن و جمال یا ظفر جب رات کو بزم افروز ہوا
 نہ اسکا بعبید یاری سے نہ عیاری سے ہاتھ آیا
 ہوا حق میں ہمارے کیون سحر کار سال شام
 فقر جو دو جہان میں گو ہر مقصود تھا اپنا
 یاروں سے ہماری پاسداری کی ترک
 بر شیعہ و فانا کا ترک کرنے کیونکر
 علم بھی نہ ہو غمگسار میرا افسوس
 جو کچھ تھا وہ ہنسنے دل سے سب ترک کیا
 جس دن سے دیا فقر دل اسکو اپنا
 واللہ جن نے ہے یاری کی ترک
 دیتا نہیں تو جسم تو ساقی ہم نے
 پہاڑ اُٹے تھے جیسے دیکھا نہ بھلا
 اک پہاڑ میں کئے تو نے دو عالم تہہ بالا
 ہے کاپڑے تار یک میں عاشق کے دو جالا
 تیرا پنا اگر تو نے مجھے دل سے نکالا
 یک جاتا ہے ساتھ ساتھ ظفر بیچے دلا
 اور تو ایسا نہیں کوئی جو دان تک جائیگا
 وہ اگر جائیگا تیرے آستان تک جائیگا
 غم جو جائیگا کہیں آخر کہاں تک جائیگا
 یہ نہیں اسید اڑ کر آشیان تک جائیگا
 لیے جو پیغام دل اس دستان تک جائیگا
 اب وہ کہاں دن کیفیت کے وہ بھی کھنکھاتا
 شمع رخسار پر لپٹے بھی اک پردہ اندھا
 خدا آگاہ ہے دل کی خبر داری سے ہاتھ آیا
 کوئی پہچانے کہ غم کی سنگداری سے ہاتھ آیا
 جناب خردین کی وہ مدد گاری سے ہاتھ آیا
 بنے یاروں کی اپنی یاری کی ترک
 تو نے نہ کبھی ستم شکاری کی ترک
 اور دن نے تو مری غمگسار کی ترک
 لیکن نہ محبت اک تھاوی کی ترک
 اُس دن سے نہ ہنسنے آہ و ناری کی ترک
 پر ہنسنے نہ اٹھی پاس داری کی ترک
 لے کج ہی سے شراب خاری کی ترک

سوار غما جوئے پہ بھوٹا ملنا +
 میں غم ہی کھاتا ہوں اپنا غموار
 جس دن سے کہ دم تری محبت کا بھرا
 ہمیشہ میں مست ہوں تری محبت کے ہم
 آگئی صورت فخر کس عالم تصور کی
 دیکھ کر رنگ بولوا جبکہ آگئی ہوا
 دیکھ کر منہ بند پر دیکھ لیتے ہیں بہت
 ان بتوں کی صورتوں میں وہ کیا ہے فخر
 قتل کر لی ہیں مجھے مسکریں آنکھیں
 دک بھوک آگئی تھی جائے دل سے میرے
 دل کے لینے ہی کے سوا کچھ نہیں نظر
 جان عالم ہو کوئی کہو جدا رکھے نہیں
 خود نما ہو کوئی ہر دین کی رکھے نہیں
 تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے
 نکلے دم جب تک کے سیر آہ باہن پر رہے
 اس کے من حیرت افروز دیکھ لے فخر
 بولالہ دوست خانی کے قربان
 دکھائے ہر رنگ میں جلوہ اپنا
 کہوں رہ گیا تیرے دے کے گدا کا
 یہ اک دل تو کیا ہے اگر فاکہ دل ہوں
 غلام ہو تجھ میں تو کیا جانے کیا ہو
 ترے شہوہ آشنا کے مدد تے
 کیا صاف ہاتھ اُس نے پہلے کیا

کہ نہ آمد و رفت ابکی باہک ترک
 یاروں نے تو میری غمگساری کی ترک
 اک دم نہ نظر نہ آہ و زاری کی ترک
 عمر کرنے اپنی بسترک ساتھ کیفیت کے ہم
 صورت قصیر جو علم میں ہیں حیرت کے ہم
 ڈھنگ ابھی نے دیکھے ہیں اور کچھ وقت کے ہم
 صورت آئینہ عاشق ہیں تری صورت کے ہم
 میں تھمتے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم
 رتب ہیں خون سے میری روز میلی آنکھیں
 کتنی شرکان ہیں بڑی تری نکلی آنکھیں
 اُس شکر کی قیامت بھی ڈھیلے آنکھیں
 زندگی چلے بتو تے خدا کے تہیں
 وہ سکے درپردہ جو دلیں چھپاتے تہیں
 اس بھلنے پر ہو یار اپنا بنا سکے تہیں
 کوئی ایسا ہو کہ با تو میں دے سکے تہیں
 عمر بھر آئینہ سالن وہ چشم دور رکھے تہیں
 تو ہو شاخ نازک کلائی کے قربان
 میں اُس شوخ خود نمائی کے قربان
 کہ شاہی ہو جس کی کدائی کے قربان
 تو کیجیے تری دلربائی کے قربان +
 کہ دل ہے تری ہو فانی کے قربان +
 تری ملازمت شنائی کے قربان +
 نظر اس کی تیغ آرائی کے قربان

دوستوں کی کوئی پناہ نہیں کہی میں مولاوں
 جو ہر وقت دشمنوں کی دوستی میں ڈالوں
 بات دہکتے ہو مگر میں بڑے دانا بچھے
 کہ تک میں مالا مال ان کی تک نہیں میں ملک مان
 تو میں دھت جھڑپا ہے یہ پوچھتے بچھے
 لے سہا کہ بہری اتنی کہ ہم میں خاکسار
 اس کی شہرست کو دھوئی ہے آؤ اداں نظر
 ہر ٹھکانے اپنے ہون گے ہو لذت آشنا
 تھیں ڈالے جہان آباد ہے دانا ڈیکر
 ہم کہہ سکتے ہیں نہ ہم کو سونے سکتے ہیں
 کسی کو کیا اگر ہی حکومت کے سیکے ہم فن افست
 کسی کو کیا بچاؤ ہے راہ دور سمجھا بازی
 ہمیں خنق محبت نے کھائی تاکہ دزداری
 بھری دماغ میں کس زلف پر شکن کی بو
 لٹا جانے جو اس جہت چین کو گلے
 چین سے دور رہا اس قدر نفس میرا
 عرق نشان کہیں گلشن میں تو ہوا شاہد
 اثر سے عشق کے دالوں کو ہمیں ہر گل
 جلا آیا ہے ضبط کر کر آہ سوزان کو
 ہمیشہ گونجتے ہیں تو ایش ہم تجھے بین
 نہ وہب تو ہمیں نہ ساقی بھلا پھر کیا کہ کوئی
 نہیں قفل دعا دیتا ہے شیشہ درہم ہستی
 بیلے قلعہ خاق نے تک انسان سے بہتر
 دل د جان دین د ایمان ہے جو ہر لینا غم لہو
 ہر سادہ کمان لہو دہر اس کا ہر زندہ کی

جو ہر وقت دشمنوں کی دوستی میں ڈالوں
 کہ تک میں مالا مال ان کی تک نہیں میں ملک مان
 لے سہا کہ بہری اتنی کہ ہم میں خاکسار
 اس کی شہرست کو دھوئی ہے آؤ اداں نظر
 ہمیں خنق محبت نے کھائی تاکہ دزداری
 بھری دماغ میں کس زلف پر شکن کی بو
 جگر کو سینہ کو پیو کو دل کو جھوک جان کو
 الم کو پاس کو مسرت کو بیباکی کو حرمان کو
 ہوا کو ابر کو گل کو چین کو چین بستان کو
 سو کو غم کو سنے کو میکہ کو عطر برتن کو
 ملک کو دیو کو چین کو پری کو حور و غلمان کو
 کونکا ہر شینے میں نہ میں جیسے قسم لہو
 کہیں جب تک نہ وہ نہ ہے کہ ان اسی ہی پیو

تم نے مین گری میں نعل کو دل سے ملے شکو
 کہیں یہ حضرت مال شوق کے ہاند میں سودا
 نہیں ہے اعتبار اندوہ لکھ رہیں کر جاتے
 جاؤ اس بن اگر تو دم نہیں تم حسابو
 چہ تھے نفرو نہیں ہو گئے کس کی زلف
 تنہا کہ ہے ترانہ سے کہنا ساقی
 لیکن جان جادوئی کو ساقی کے بغیر
 تو سداں ہو ظفر خوب نہیں عشق بیتان
 دے کیا جانے نکلا ہے کہ ہر کار راستہ
 جہیز شوق کی تاثیر سے قاعد نے کسے
 پارہ زخم کو سینہ کے نکلتا نکلتے
 پاسبان ہو گئے تھے کہ وہ میں لاکھوں کین
 ہی کھو گئے روئے کچھ ہے ہوس شیشہ
 سو بھٹے ہی شیشہ کاٹا جاکے ہوئے ساقی
 کیا خوب چہرہ ہندو گراہہ پرستوں کے
 ہے بن میں تھر گئے خالی دم مینوشی
 پیش سگداری کہ غم کے ساتھ ابھی نہیں گئی
 خوب گدڑی کہ چہ اوروں کی نشاۃ و عشق میں
 بکریاں منظر ایسی خاکساری کا نبوا
 ہونے لگی یاد کے کہی گل نہ رہ کر کیا کیا
 شکوہ نہ کر پنے تمہارے جو لکائی ہے بات
 اپنے سے نہیں بھڑائی آٹھ گر لگ جائیگی
 کی بھی آٹھ لکھا تھا چھوڑ دی کل کی طرف

کوئی دم تنہا شوق کے ذرا سایہ میں مہم بیلو
 اگر لیتے ہو اپنے واسطے تم مول غم بیلو
 نوشتے انکے ہاتھوں کے ظفر تم یہ کلمہ بیلو
 حضرت دل ہیں کہ کام نہیں تم جاناو
 بھینا خوب بدم نہیں تم جاناو
 کوئی پیٹے ہو جو جام نہیں تم جاناو
 ہے یہ آتش ہے کلف مٹیں تم جاناو
 اور اگر یہ ہے تو اسلام نہیں تم جاناو
 تیرے گھوڑے تو ہے سید امیر سلطان
 طے کھڑی بھر میں کب آٹھ پر کار راستہ
 بند ہو جائیگا فریاد بگر کار راستہ
 روک سکے کا نہیں کوئی ظفر کار راستہ
 پر سہا تہہ ہی بجلی کے آٹا نفس شیشہ
 ہونے لگے گلون سے مرغ نفس شیشہ
 ہو گئیں تربت پر ساقی کو پس شیشہ
 شیشہ کو پس ساغر اور غم کو پس شیشہ
 بھگتی ہو اس سمن کے ساتھ ابھی بھگتی
 اپنی بھی بچ والہ کے ساتھ ابھی بھگتی
 باسے اس خاک قدم کے ساتھ ابھی بھگتی
 وہ نسیم صبح دم کے ساتھ ابھی بھگتی
 اے ظفر کے کوم کے ساتھ ابھی بھگتی
 دیکھتا ہے ہر ملک بیری ہی نظر لگ جائیگی
 پاؤں میں ہندی تھے اے فتنہ گر لگ جائیگی

جیسے ایسا نہیں مانا انتخاب دل ہے
 تم پہ چوے کے کسی سے کوہِ دلدار میں
 جو سوچ ہے آہِ آفتاب و سہاے خلق
 صلح کی شہسوار تہِ ڈھانی ہو بسک
 یاد کرتے ہیں سچے ظاہر نہ کہ مشقِ بستان
 کل نظر طے تھیں کیا سا اور کچھ
 اس کا دست سے بکرا ایسی مستی لگ گئی
 اک نیک پر بیلیا ہے مول تو نے میرا دل
 اس نے جس میں کہہ دی عرفیت میں غفر
 تری نظر انصر صاف دھر کیونکہ ہو گئی
 ہم عوزف و شبنم ہیں تمہے جس کو کیا خبر
 محتاج رہ نہ گئے نہیں رہو عدم
 کرو نہ فکر مری گذریگی کس طرح
 بنے تو اپنے دل کی کسے کہی نہ تھی
 کچھ کہے تو جس جب تری ششیر آدی رہی
 کہے ساری حقیقت ہم نہ اُسکے دہرہ
 کھینچتا تھا سارا کو میں خوب میں نصیرا
 کہ تھیں اس کو کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں
 دے نہ دے نہ نہ خیرنی بیگیا جو کفر
 دل پہ جیسے زلف گرہ گیر ڈال دی
 جب مدبر وہ آئے تو پائے نگاہ میں
 کھسا جو چنے اپنی سرنگندگی کا حال
 کینا خاک دل مرا ہوا خالی کہ اور بھی

دیر ز شکر دہان اے رہا جانی
 جتنی کہ نہ کہہ دل کی خبر گاہ سبانی
 جگر افلاک کو آگ لے نظر گاہ سبانی
 ہو چکی صاحبِ محبت آزادی ہو بسک
 راہِ را آگاہ جب ساری خدائی ہو بسک
 سیکڑ کا قصہ ہے تو بار سانی ہو بسک
 چھٹ گئی پہ پہ گوری سے پرستی لگ گئی
 دیکھ تیرے ہاتھ پہ کیا جنس سستی لگ گئی
 مشرک ہو گئے باغِ مستی لگ گئی
 چسابت کی میری جگہ خبر کیونکہ ہو گئی
 کھڑے ہو گئے شامِ صحر کیونکہ ہو گئی
 معلوم آنکھوں اور سفر کیونکہ ہو گئی
 غافل یہ سوچ اتنی بسر کیونکہ ہو گئی
 ظاہر وہ بات سب میں نظر کیونکہ ہو گئی
 غمِ جان عاشقِ دلگیر آدمی رہی
 جنشینِ آدمی ہوئی نظر یا آدمی رہی
 جاگ اٹھائیں کھینچنی نصیر لکھی رہی
 تہی خاصیت کسیر آدمی رہی
 دن کے جانے میں مری وقیر آدمی رہی
 تو نے مصیبت لے مری تقدیر گواہی
 سوچ رشکِ خیشد نے بیخِ ڈال دی
 گردن قلم نے ہی دمِ تنہا ڈال دی
 تو نے لوہا لالہ بیکر ڈال دی

کبھی نہ فر دلی عالم میں لے نظر — تجھے سخن میں عشق نے تاثیر ڈال ڈی
 حریف مل وہاں کے بانی میں پڑے — ہائے بے ٹھے بھائے کس غرابی میں پڑے
 پوچھے آنسو نے کسے سج تیلے شکر گل — ہیں جہیز جسے عرق بین گلابی میں پڑے
 بات دو اُس سے کہے جو ایک کہہ کر سوسے — منہ پہ کون اس شمع کے حاضر جوابی میں پڑے
 دل کی سریش دھکیلے سینے میں مرغان کباب — رنگ سے بچتے ہیں دوکان کہاں میں پڑے
 کیا میں اس کے ٹھکانے پوش سپر لے نظر — رو نگاہ مست صین بے جوابی میں پڑے
 تکتا کوئی میں کہی کام آگلی لے سے کشو — رہنے دو دو چار قطرے تو گلابی میں پڑے
 کی جھپٹے تھپ کہ چر کی شب مرہین — رات بھر سو بکے تم ہاتھانی میں پڑے
 گرنے کھلے بارسا تہہ پہنے نہیں کھانیکا لفظ — چند زہب ہاتھ دو دن کار کا بی میں پڑے
 جوتین زلف جان کی اگر لیتے تو ہم لیتے — بلا کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے
 اُسے کیا کام تھا وہ بے خبر کون پہننا پھرتا — دل گم شدہ کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے
 نہ لیا مل سودا کوئی بازار بہت کا — مگر کچھ جان اپنی بچھ لیتے تو ہم لیتے
 نہ تھا کوئی منت کش تری خمیر کا پرگز — یہ احسان سر پہ لے پیداو گرتے تو ہم لیتے
 لکایا جامے ہوٹن سے اسے ہو کر ڈال — کہ بوسان کے لب کالے نظر لیتے تو ہم لیتے
 آنے کی بی میں یان م کیوں ٹھانتے نہ لگتے — کھینچا ہے جذب دل نے جب جانتے نہ لگتے
 ہوا غدر نہ تم کو گر خاک سے ہساری — دامن کو تم وہیں سے گرتے نہ آتے
 ہم ملنے تمھارے لے تھے سادگی سے — تو را اگر تمھارے پہچانتے نہ آتے
 توانا تیرے در پر گر ہو کر دل ہسارا — گلہ کی خاک نامق کون چھلتے نہ لگتے
 اندس آگے یون اس کے فریب میں ہم — کہنا ظفر ہسارا اگر مانتے نہ آتے
 تم وہاں شمول شب کو مھل آرائی میں تھے — ہم یہاں بیتاب کیا کیا کج تنہائی میں تھے
 جب تک عاشق نہ تھے اس شوخ ہرجائی پیم — شہرہ آفاق بڑا ہو کر سوائی میں تھے
 مسجد دن میں اس طرح کبے کو مگراتے تھے سر — اس صبح کے در پہ جب تک ہم صبح سالی میں تھے
 دھچکڑاں قدر فنا کو میں میں کٹ گئے — سر دم غور و کیش اپنی رغبائی میں تھے
 بے خبر میں میں اس نے ناخکب — ہو کر غوی اسے نظر کب کیا سببائی میں تھے

بسمہ دار میں

جس نے مجھے سونا گریبان سے لٹکالا
موتی کو دعا جس نے کب ذہب صافی
نہ ان میں اسی بات پہ عشاق گردش
جلو درغیا ہر مگر کہہ تھا یا تجن نہ تھا
رات کو کی خوب گوری پتے ہی پتے ہیں
دیکھ سکو اصرع شادان بنو تاشاد کیون
دہیں زخم جو خندان بنوا تھا سو ہوا
پاک کے آئین تاثیر میں آب دیکھی
عشق چیتا ہی نہیں لاکھ رکھ پڑے میں
اس جھکڑے سے مے سائے محبوب ہوا
آفرین اسکو محبت کی بنا جس سے پوری
یاد ان کی کرتا ہے جہاں نہیں شادان
لب تشہ کام کیون نہ ہے تیرے جام کا
بیویان سلام تم اس عشق باز کا
یاد منم میں کیونکہ نہ شادان ہندو شب
مشوق موشب کو کس طرح سے پیش آیا
کیا خوب لڑائی ہے لڑائی کو بڑھیں تین
قدرت ہے جب اسکی کہنے میں نہیں تاقی
کیا کہیے کہ شادان ہے قسمت کا دھنی کیا
سوائے لطف کے ابی ہمار میں کیا تھا
قرار نہ کیا ہلو تھی خوشی اس کی

غزوہ باد ہو تم کو قوج کو شادان — کہ رات یا جسے بوس وکن میں کیا تھا
 کسی کے ہر کے گلے دل کو بار ہو رہا — بنے تو پھول بنے ورنہ خار ہو رہا
 مثل ہے میرے کئی نعل کی یار و — نہیں ہے وصف بشر بقرار ہو رہا
 اسی کے لہنے سے تیرا جہا نہیں لے شادان — ہوا ہے نام خدا نامادار ہو رہا
 پہلے غم کے گلے سے جب میں مد شدا — نہ مجھ میں حال رہا اور نہ مجھ میں ہوش رہا
 غم کے ساتھ جب طے کا بند ہا تھا سماں — تمام رات میں صدف سے نوش رہا
 گلے وہ دن کہ وہ رہتا تھا صورت یہاں — ملا تھا رات کو شادان بہت خوش رہا
 بوری ہے کس طے کی کج میں نے میں ہم — دفتر زور سے چار کھی ہے پیسے میں ہم
 وصل کی شب عاشق و مشوق میں مجھ ہے — بزم میں ہوتی ہے جیسے شیخ پر داکین ہم
 نسیم مشوق کے آئین شادان شاد ہے — ہر طرف سے ہو رہی ہے یاد کے آنے میں ہم
 ملک نسیم سے یار بولو تم — فتنہ دل کی کاغذ کھو لو تم
 آپ سے کیا عزت ہے ہکو — دل دو دے تھے میں اور جو لو تم
 تم سے کہا ہے یارے شادان — غم نیکی کا کچھ تو بولو تم
 ہر وقت اشارہ وہ کیا جان گئے ہم — منشا تھا کہ قربان ہو قربان گئے ہم
 کرنا ہے ہیں پیار محبت کی نظر سے — چتون کو تری دیکھ کے پہچان گئے ہم
 شادان وہ اسی بات پر کہ ہے ہمیں پیار — جو ہے کہا اس نے وہی مان گئے ہم
 مثل گل بکھل کر یہ فتنہ دہنی خوب نہیں — بات کہ ہے ہی کہ کم سخی خوب نہیں
 گل بکھر جائیے سبیل کی طے گلشن میں — حیرت چلو لیتے ہیں خوب نہیں
 سبیل دو ہر سے بھرا خود ہے سراپا تیرا — خاص سبیل و عقیق یعنی خوب نہیں
 پر تر شاخ کو ہے سر کا چکانا اچھا — چھوڑ دے اپنے سے یہ ماوہنی خوب نہیں
 تیرا شادان ہے شادان یہ سنا ہے تو نے — آمل اب دل سے کہ یہ دل سخی خوب نہیں
 کیا کہیے رات کیسی کٹی اس کے پیار میں — کس کس مرنے کے لطف تھے بوس وکن میں
 دامن بکھٹا س کے گل حسن بھر لے — ہم بکو پاہتے تھے سو آیا بہار میں

دوسو طرح سے پتے تھے بستر پہ کوئین
 کڑی تمام رات ترے انتظار میں
 آسودگی ہے اُس کے زمانے میں ہر طرف
 ٹہر رہا ہے میرے شاہ کا بیکارک بددین
 یاد ہے ترے کرم کا رے شکر کس طرح
 تشنگان کو چین پہلے سدا وصل پار میں
 جو کے تہہ کوئے ہم پر بار کھٹے ہیں
 رقبہ دیکھ کے آجھ نہیں غار رکھتے ہیں
 کب ان کو چوچے ہیں غریب شہید و داؤد
 بیب من بہت گندار کھٹے ہیں
 خیال اس بہت گزر کا دل میں تہا ہے
 تم سے ہی میرے اسے سو شوق سے کہو
 نکل میں گئے مطلع رنگین اک اور بھی تھکنا
 نہ پوچھو کس سے یہ ہم چاہو دیکھ کر کھنچیں
 اگرچہ بیت و باقی جزا کھٹے ہیں
 ہمارے چشم ترے من کی ہمارے لون
 جو ایک لاکھ میں ہے اور نہ کہتے ہیں
 نہیں ہے یاد کس حد سے مجھے ہرگز
 جو کہ بھی لون تو یہ لازم ہے اچھا بھلا
 مجھے ہے کام اُسی سے کسی کو کب جان
 ہمارے چشم ترے من کی ہمارے لون
 نہیں لڑی ہے مری آنکھ دوسرے کھرف
 شپ اصل میسر کیون نہ لے شانان
 ابھی ابھی برسا خوب باران
 کرم ایسا کہ احوال ہسان پر
 کہ تر ہو دُشع اسید داران
 چس میس گل ہزاروں گل پہچین
 بر آتش جس سے تیرا تازان
 دی ہے شاد و سندرہ نہیں
 نور آنکھ یہ دیکھیں گندار
 بدل کر تہ ہے جوش آن دلجات
 جو ہر تر ہے میان تاجداران
 آٹھن پیر جاتے دل میں جو بیتان ہیں
 دماغ بکے مانگو تم بھی یارن
 مکھڑا تو تم کہاتے ہزان ہر ٹھری ہو
 بل بھیکر خوشی سے آپلک خوشیان ہیں
 پوچھا نہ دے شادان کی تیرا اصل جگا
 لیکن حواری آنکھیں دیکھیں زستان ہیں
 دل کے آئینے میں کیسا خوب رہی رہی ہے
 بولا دو کہ کہ مہکوا ب زبیر و ستیان ہیں
 بھول میں بھول کی بویسے بھری تہی ہے
 بھول میں بھول کی بویسے بھری تہی ہے

یا سہے دلیں گم کو خبر نہ کی نہیں
 کہم نگی کے کوئے تو رہے گمشادان
 دل عاشق کو کہے گی جان بن جائے
 گو نظر آس کی پڑے سور سیوان بن جائے
 نام عاشق کے دوزخ میں بکس گے اس کا
 من کو تیرے سبھی رنگ پر ہی کہتے ہیں
 جس کے سننے سے مسرت ہو سخن بچوں کو
 بگورنا بھی اگر دیکھے تو نادان بن جائے
 بٹھے نا جس میں انسان تو حیران بن جائے
 جبکہ ہندی سے وہ رہیں کہے باغون کو
 کون کہتا ہے کہ کافر کو نہیں ہے ایمان
 بیت اہر و کی جو تعریف کی ہے شادان
 آئندہ سے پہلے اند کو پرے لکھ رہے بھی تو ہے
 بھول کر دیکھنا ہے آنکھوں میں ہے تیری پیر
 چک اس کو دیکھنا چاہیں تو دیکھیں کس طرح
 کیون مخم ہم سے معافی کے نہیں کرتے کام
 ہے شتان شادان کہ ادھر آئیگا تو
 آدیکہ چشم جانان خود ہے تو یہ ہے
 کیا اختیار اسکا کہتے ہیں جبکہ انسان
 پرے میں کہے وہ ہے لیکن عیاں سب کے
 اپنے صمم سے تاہر رنگ میں ہے شادان
 یہ تم سے پوچھتے ہیں دلی جاہل ایسی ہوتی
 کراستہ سنتے تھے اب دیکھتے میں تم ٹٹل کو

جس طرح سوے کہ چیز دھری دتھا ہے
 ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے
 مزہ چشم تری سوزن داماں بن جائے
 پارہ سنگ ابھی اصل بد نشان بن جائے
 دل کسی کا جو فبا رو جانان بن جائے
 دیکھتہ تری آئینہ حیران بن جائے
 اک غزل اور بھی کہہ تجھ سے جوشادان بن جائے
 ہر فرد مندیہاں ظفر و بستان بن جائے
 صحبت نیک سے حیران بھی انسان بن جائے
 پنجرہ دست و ہین پنجرہ رحبان بن جائے
 یاد اسکی جو کہے گبر مسلمان بن جائے
 کیون نہ رہے شمرتا مطلع دیوان بن جائے
 تو نہ دیکھے ہم نہ دیکھیں طرف تری یہ بھی تو ہے
 دیکھنا ہی کیوں او دھر پیش نظر بھی تو ہے
 دیکھتے دیکھتے نہ کوئی ہم کو ڈر رہے بھی تو ہے
 بات کرنے میں تھکے اک ہنر بھی تو ہے
 اس طرف آجا کہ تیری رکھ رہے بھی تو ہے
 نہ گس کی آنکھ لیا ہے مشہور ہے تو یہ ہے
 ناچار ہے تو یہ ہے مجبور ہے تو یہ ہے
 ظاہر جو ہے تو یہ ہے ستور ہے تو یہ ہے
 شادان جو ہے تو یہ ہے سرور ہے تو یہ ہے
 نہیں رکھتے ہوا الفت ہے الفت ایسی ہوتی
 ہمدالے اٹھل بان کراستہ ایسی ہوتی

یہ سارا فیض ہے شاو ملکہ رنگ مہتم کا — جو تیرے ہاتھ سے شادمانِ صفت میں چلے گا
 وہ میدان بھی ہے کہ نہ نظر آئے — ہے میدانِ آبی رنگ کہ مشرق گھرا ہے
 کرنے کو نشانِ اس کی خندان پہننے — گل باغ میں لے کر طبعِ سیم زندہ ہے
 مشوق اگر کچھ لے عاشق سے خبرش — عاشق نہیں جو بار کے ہاتھوں سے زندہ
 تماشہ جو منہ پاس تو کس لطف سے گزری — دل تپے ہے پھر کچھ کہ بار و چرا ہے
 کُن کُن کے خبر پڑی ہو، ہون میں شادمان — پھولیں سننے کا نہیں وہ آواز ہے
 آتی ہیں کہنے میں ملاقات کی گری — خفا بر میں جو تپے دل داتی گری
 گو ہو نہ جھڑی اور نہ باد و عکرمگ — آتی نہیں خوش موسمِ رسات کی گری
 اک لمحہ میں نہ کہ جو خود شدید بنا ہے — بولے ہو کہ ان اس کے منایت کی گری
 ہے بات میں گری تو ملاقات میں کیا ہو — کرتا ہے گم تری بات کی گری
 شانِ ان کو ہر جگہ ہے اسی ذات کا بار و — کیا چلیے پھر ہے جسے ذات کی گری
 جب آئے گھٹا برے ہے افلاکِ پانی — ہر جگہ آفت ہے تر خاک سے پانی
 پیوے ہوئے کوئی تو ہو نشہ و دہلا — پینے سے نشہ چلے ہے چپکے پانی
 یہ راہ میں گری صحبت نہیں سہتے — شبنم کی طرح چلے ہے پوشاک سے پانی
 کہتا ہی نہیں راز کبھی دل کا وہ شانِ آوان — یہ بات ہے شکل بہت بے ہاشاک پانی
 سادہ کی جھڑی تپے ہو گھوم رہی ہے — بجلی بھی چمکتی ہے گھٹا جو رہی ہے
 ہر رسات میں تپتی ہے عجب باوہاری — کہتا ہوں جو دست چھوٹھے لوم رہی ہے
 شیشے کو پری چھوڑ کے اب آئی ہے شانِ — ساغر کو مرے قریب ہے چھوڑے رہی ہے

اب یہ کو بار کی طرح جاتا

ساقیِ تنہا دیرت کر

لاکڑی دم بن گئی جو

کھڑکی میں ہر ایک کی کان

مراد دل تھا اور آرزو تھی کسو کی

ہر نہ وہ نگاہ کی طرح جاتا

پیدا و خفا کی طرح جاتا

اب شیشہ کی طرح جاتا

اس آگے سر کی طرح جاتا

یہ وہ بھول ہے جس میں بوہتی کہ کی

ہوا اب یقین بات تھی وہ ہماری سنی پہنچے جو گھٹو تھی کسو کی نہ
 خدا کے کرم سے ہرچہ اب میر مئی بات ایسی کجھو تھی کسو کی
 دی آنکھ میں اپنی تپتی جلی ہے وہ تصویر جو وہ مرد تھی کسو کی
 یہ دیوانہ بن اک بہانہ تھا کہ پھر اتنی مہین جستجو تھی کسو کی
 جن میں کہ ایک کو گل کا یہ دھنگ تھا آگے نہ اسیں بڑی تھی ایسی نہ رنگ تھا آگے
 تھا سے جلنے سے گلشن میں یہ پرز آئی وگرنہ قافیہ غنچے کا تنگ تھا آگے
 نکاوہ سے ہمیشہ خدا بچائے اُسے وہ باد قار ہوا شوخ و شنگ تھا آگے
 اب اس کے عشق میں کسو ہے نام رنگ کہاں کجھ خیال میں یاں نام و رنگ تھا آگے
 عجب غنائی سے کہتے صاف دل تملن ہوائے آئینہ دل پہ رنگ تھا آگے
 تھا ایسے ہاتھ سے جہوقت آب ٹپکے ہے غلط نہیں ہے کہ گلی سے گلاب ٹپکے ہے
 نہوے کیونکہ پری سے سوا وہ مر نزار کہ جس کے چہرے سے نوز شہاب ٹپکے ہے
 عجب بہار گلستان میں دیکھ جوتی ہے کہ بہرہ زار میں جسم صحاب ٹپکے ہے
 جاسے ٹھہرن یہ شادی جی ہر لے تملن ہمیشہ شادی میں اپنی شہاب ٹپکے ہو

انتخابِ یوان شادان حصہ دوم

مثال وہ ہے سے آلودہ رہو پیدا
 زمین و آسمان سے دوغنی اک رہو پیدا
 نظر سے نہ آنی کو اگرچہ دیر و دور
 کھلے جیب آنکھ دل کی تب جالید رہو پیدا
 اسے شادان خدا کی یاد سے غفلت چھوٹ جگ
 جو چمکے نہ ہو سے تب دیدہ وید رہو پیدا
 بھرا لے بہن ہر طرف صحن میں دلی
 حقیقت کھل گئی ہم پر وہ ننگ انہی دلی
 ہو وہ حال آنکھوں کا برون بھی چمک جائے
 چلتا تپہ باز وہ ہم میں نے نورق دیکھا
 سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہے مرتبہ جس کی
 مزہم کی تھک اسے شادان وہین نہ دیکھا
 نوسکا قطع کیا گل و گلزار میں چمکا
 انسان کے خال نہ وہ دھار میں چمکا
 حیران تھا کہ دل میرا کہاں جا کے چمکا
 جلنو کی تلج یاری دستار میں چمکا
 لے ہاتھ میں نقد دل وہاں پہونچے خیر
 یوسف کی تلج یار جو ہزار میں چمکا
 شادان ترا دلدار وہ آیا تھے مگر میں
 اختر کی تلج ویکہ شب تار میں چمکا
 بے گمان برسے اب وہ بیسے چھایا ہوا
 بیہاں جاتا ہے کوئی شام کو آیا ہوا
 چاہیے مشرق کو عاشق سے ملنا چھاپ
 پاس آئے جاتے کیوں شایا ہوا
 جو کھلے سورج پیشینہ مٹا ہی نہیں
 ہر کے رہتا ہے جو کچھ ہے اسکا فرمایا ہوا
 ہے شمشور یک در گرد و گردا گردا ہوا
 رہا رہا ہے کیوں تو زار گردا ہوا
 ساقی نہ ہونے جگر اپنا یار مانا
 فاش نہ ہو جہاں ہے برسے آیا ہوا
 مدد نکرا س نے جگر آج اپنا یار مانا
 بجے کہا جہاں سے لے خیر مانا
 ساقی نہ ہونے جگر احوالی بیکیان سے
 ساغر ملا اسکو جس نے غلام مانا
 ہم اعتبار اسکا اب کیا کریں بناؤ
 اس شخص نے تو جگر ہے اعتبار مانا
 نہیں آتو تھے آنکھوں سے جو غار چڑھا
 عجیب زگر شہلا بہ رنگ یار چڑھا
 تلاش کہتے تھے ہر روز میں کی حراں
 خدا کے فضل سے اب باقہ وہ ننگ چڑھا
 پنچہو عشق کی حالت کج تو عاشق سے
 کہ کس کے واسطے کو کھلے پہ پیر چڑھا
 تجھے جو دیکھا ہے شادان سرور میں ہے
 ہماری آنکھوں میں ہے نہ شہلا چڑھا

یار اپنا بہار میں آیا مجھے پلانے خوار میں آیا

نفل پروانہ عاشق شہید ۱۔۔۔ سیر کو بزم یار میں آیا

میری نظروں سے تو کب باہر ہے جن پر نظر
دیکھتی رہتی ہے جگہ ہے یہی کارِ نظر

گل سے لڑنا زک نہ کچھ ہے ہی کہا جاتا ہے کب نزاکت تیری ہوتی ہے سزا دلو نظر

لانی نشہ ہوموروزہ اس کا رہتا چو
کام کیا نشہ سے بگو میں ہوں سرشار نظر

ہے نظریں مائدن وہ ناز ہر نازِ نظر

سبوتا! ہے کب ترا دن کوئی بدلا دے اے۔۔۔ کون نظر سے چھپ گیا اپنا خرد پارِ نظر

یہ وہ متبادل ہے جو بین الاقوامی ترنٹس کے تیر
 بلگان جلتی ہیں یون میسے کسی میٹس کدیر

سکاتر چاد کچھ ناخالی نہیں اندازے
دیکھتے تو واپس جا گئے ہیں اُس ہوش کو کتر

چنے ترک تسلیم رو کو دیکھ شادان رہا۔ یوں برستے ہیں تیرے ہاتھوں سے جو اس قدر

یاد اسکی میں ہر چیز سے بیگانہ رہا کہ:

وہی ہے جو لیجائے دل عاشق بیتاب
ایسے ہی پر سزا د کا دیوانہ رہا کہ

مناویدی بات کہ جو کام کی ہو ہے — شادان نہ لہو مائل افسانہ رپا کرچہ

سر سائو سن یار کو پیانہ لیا ضرور
میکس جو ہوئے عشق کا مینخانہ کیا ضرور

جیسے جہاں اسے وہ نقون آپ ہی
موسم کو کہتے ہیں، مختار بن گیا

یہاں ہم کہ دوست یں جنوں نے مہربانی
شہان کمانوں کوئی کس طرح نہ

رہا ہے ان کی یادیں اس لئے لیا صوفیہ

نہ کہ ننگل کا گرسانہ یا کمرہ تر گولانہ

کہ ہے مل درخشاں بھی نہاد اُس مل خندان پر

بجائے ہم شکر ادا لکھ نہیں سکتا

سے بچے کہا تھا کہ ہا طور یہ برس لے اپنا ادھر کسی مخمور یہ برس

مہم میں جب برستا ہے ہوتی ہے تب بیمار

سرمایہ میں کیا برستا ہے دستور پر برس

[illegible]

سنا یہ ترابے رحمت باری جان کو
 شادان یہ بر فیض سے کتنا ہے بار
 شیریں کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
 تھکائی نہ دل سے بھلا محکوم ایک دم
 جو حکم ہو کردن میں سرانگہوں کی قبول
 شادان تجھے جو کہتے ہیں یہ بات گوش کر
 اس سے اسے بادشاہ کیو سلام عاشق
 عطر گل کی لطافت کو نہ پہنچے ہرگز
 نہیں پروانے سے زہار غم کو بہت
 فخر اس بات کا کیا چاہے سب میں شادان
 ہو جہاں روشن اگر وہ ہے نقاب آنے نکل
 جوش شادی ہے سکند جہاں کے گھر کیا بے
 آؤ گئی ہے بند جگہ کے بحر میں شادان میری
 جن صبح ہو دیا میں میں یوں تجھے قریب
 میں دیکھنے میں دور نہیں دور پر اس سے
 باقی نہ رہا حزن دہی پیش رخ یار
 جو نہ تو چہتا ہے عجب ابر کے اند
 شادان میں تھی رفت سے مثل گل خندان
 سکند ساند دیکھا ہم نے صفا
 نکلتا ہے برا سے سیر جہم
 خدا کا نور ہے چہرے پر اس کے
 خدا کے آسے سر سبز دالم
 کر مے اس کے عالم ہر سے

ہے یہ دعا ہماری کہ جمود پر برس
 نند یک پر برس تو کبھی وہ پر برس
 بزم عشق شاد کوئی بھی فریاد کی طرف
 مال ہے دل چرا جو نری یاد کی طرف
 رہتا ہے میرا دہلیں تو ایشاد کی طرف
 تو دل سے اعتقاد کہ آئناں طرف
 طبل دے دیکے بیان کچھو چاہم عاشق
 اس کی خوشبوسے مسطرب شام عاشق
 جوڑ دے عشق کو اسے یار بنام عاشق
 چم دابر دے اگر لے وہ سلام عاشق
 ابر کے پر دے ہے جیسے آفتاب آنے نکل
 زہرہ لیکر جرج سے چٹا رہا اب اسے نکل
 کیا زہرہ ہو وہ ادھر جہدنت خند اسے نکل
 پھر بحر میں مدفن ہو جہاں جسے نہیں ہم
 کچھ کہتے ہیں تو جان دہے وہیں ہم
 آئیے کوہ بکا تو نظر آے ہیں ہم
 بے پردہ تجھے دیکھتے ہیں ہمدن ہم
 جس رند سے دیکھا ہے تجھے وہ میں ہم
 جہاں کو کر کہ ہے جسے نشان
 بھرا ہوتا ہے لشکر سے بیان
 جملی ہو دے نہ کیوں مرد درخان
 بربگ گل ہمیشہ ہو وہ خندان
 شادان ہے جہاں میں جہاں نشان

سواترے نہیں کچھ جانتا ہوں

ہزاروں رنگ سے جلوہ گری ہے

میری ہے مشغلہ ان روز گل شادان

بکھنے ہوا آئنا ہے شور کیوں کہہ رہا ہوں

قیامت کا عالم اس گھڑی دیا میں پیدا ہو

چراغِ یار نے ہا نہ عاجز حاصل پر تھکے کو

شہزادہ وزیرِ انکسیر گل میں جوں ہیں

کچھ بہا رہے گل۔ کچھ کچھ ہے لالے کی

کوئی شہزادہ میر شادان گریہ ہے آواز

سلطان کے گھر میں اب ہنڈولا جو لو

ہر ایک کے ہے مسکرا کر جی میں

جب ہوسے جڑی تو خوب سخن گاکر

دیتی ہے دعا تمام خلقت تم کو

شادی رہنت گھر میں تہا سے اندیش

نام کا ترے سبق درد زبان ہے بھکو

دیر طے میں ذکر اتنی کہ میں ہوں بیکپی

یوں دلِ دجان سے کہتا ہے بوشہ شادان

سند دکن کو مبارک یزاد سال گرہ

اگرچہ درد بہت لگدے بادشاہوں کے

نثار ہو گئے اختر خلک کے سب اسوقت

خدا کے فضل سے شادان کی مانند ہے یہی

محب اک حور اپنے بر میں آئی

کما زندوں نے جان آئی پر نہیں

تجی کو جان میں ہی جانتا ہوں

تجے سے عشوہ گریں جانتا ہوں

جنون میں خاک صحر اچھا تھا ہوں

ترا جی ہیں یہ سو میں دیکھ عکس نہانی میں

کچھ کھڑا جو دیکھے جبک کے وہ دلدار پائین

نظر آتا ہے جو ہر طرف گلزار پانی میں

ہیں کہیں یہ وہ بچا ہے آنکھوں میں ہیں

ہزار رنگ نئے دیکھ ہر برس میں ہیں

جہان میں جتنے ہیں جو ٹپے برس ہوں میں ہیں

موسم آیا ہے سب ہنڈولا جو لو

سب بیٹھ کے باادب ہنڈولا جو لو

بل میں با طرب ہنڈولا جو لو

ہر شب کو بفضل رب ہنڈولا جو لو

شادان ہو تم اس سبب ہنڈولا جو لو

ہو دیگی میری نجات اس سے عیان ہو چکو

بن ترے چہیں مری جان کہان ہے بھکو

ترا ملنا ہی صنم راحت جان ہے بھکو

خوشی سے آئی رہے بار بار سال گرہ

نہ دیکھی ایسی کوئی باوقار سال گرہ

ہزار رنگ سے دے ہے بہار ہمالگرہ

رہے ہزار برس برقرار سال گرہ

سرت آج میرے گھر میں آئی

صراحی سے جو سے ساغر میں آئی

میں کوئی اس کو پوچھا تھا
تک کہ کہہ گئے اس کے لئے
خدا کے فضل سے کتاب ہے شائع
آج کی شب خوشامیہ کا مافی
دلدار کے لئے جن کو دیکھ
دیکھ رہے ہیں بارگاہ شادیں شریک

جگ تیری راہ میں آئی
حقیقت کہ تیری نغموں آئی
خوشی دے اسی شہسوار آئی
سیر کر رہے ہیں سچے چاہی
پوستہ میں دریا بہاؤ کی
اس طرح جو دکشا ہے ہادی

جو کہ پہلا پوچھ اس کے نگ سے ہوئے
ہر حق کی طرح سے کن کے گل ملے
دیکھ صاحب کی تو یہ صاحبی وہ پڑنا
اسے اپنے فضا و اُدام و کامرانی
ہر چند تو جیسا ہے وہ ہے جیسا
جلی کی طرح جھوڑ کوئی نہا نگہ میں کہیں
ماتا ہے جہد تیرا اسے یار کہ کسی کو
کہ آنکر ملے اسے دلربا ہمارے
جس سے کہنے لگے ہے چہر نظر کسی کی
شاید کہہ د کوئی کرتا ہے دل سے ہکو
ہے آب جون ہو ماہی دریا کی منجھ میں
چکے شک نہیں ہے شادان یہ بات ہو مٹو
نردہ نہیں ہے یار تو پہرہ رکھوں ہے
ناہ کرے ہے نہ نہ گزرا رہے گل
میں اور کہ نہیں ہے بیان بڑا ہر دم
ہو مانگ سرے ترے موزون نعل آئی
ہمارے عشق کے طہرہ سے کیا ہی کام کیا

خے گلزار میں درو لکے نگ سے ہوئے
چشم عاشق کو بیان اپنی جگ سے ہوئے
کچھ سے طاقت پر نہیں کہ جگ سے ہوئے
شناہو تو تو گت بنی ہی ہم کہتا ہوئے
کرتے ہیں تو سچے عجب سے ہوئے
تیرے ہی دیکھ سے جگ سے ہوئے
شکل سے ہوئے شکل کہ تیرا جگ سے ہوئے
شادان کو ہوئی حاصل کس مفادانی
نہو ہوئے ہیں اسے کہ یو غیر کی
رہو ہے وہ ہو شام دیکھ کسی کی
نہو ہیں ہانپے دلی ہے اس کے کسی کی
یو جگ سے ہوئے نہ ہو نظر کسی کی
اسی دیکھ سے ہوئے زوفا ہوئے جگ سے
دیکھیں کر مٹو کے نردار کوں ہے
تیرے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے
اسی کے ہوئے ہوئے ہوئے
نہو جیم سے ہوئے ہوئے

مثال برتن پلک مارنے میں کوئی نہ تھی
 کمان تھی اور وہ دم میں کمان گل آئی
 چپا نہ مار مجھت کا بوسے گل کی طرح
 جو بات دلیں تھی وہ درمیان گل آئی
 بڑا پردے سے وہ حور نادائے شادان
 سنا جو نام ترا شادمان گل آئی
 شکر خدا دل سے کیا چاہئے
 تمام خدا دل سے لیا چاہئے
 کر دناں تو براہ خدا
 ہو جو ترے پاس دیا چاہئے
 چاک پڑے دامن دل میں اگر
 سوزنِ شکران سے لیا چاہئے
 نام کا ترے ہی آجلا ہے بس
 کس کو اندھیرے میں دیا چاہئے
 تمام شد

غزل گلزار

از رفیق مسدوقی جو خوری شاکر ریحی پوری

تین جلوسے آگے کی سڑ میں لڑا تھا ہر ایک
 کسی کی خوب گواہی پر رحمت برسی اور
 ہے لاؤں نظر تیرا لعل پال پکڑ لگی
 چشم زور و بکھاس عمارت کے کھنڈ کو
 گزرا گو حسنہ میں ہر مخلص گدا خوبان ہے
 کچھ دیکھا اور انداز لگی آنکھ والوں سے
 سوا جس کا انداز اس میں کے مدلول میں
 خاک میں کا خاک کیلئے گزرا جنت میں
 یہ وہ گزرا فیض آتا ہے بے دیکھنے والو
 شجر کا جھونکا شجر خوں کا ہن چوٹ لکھن
 زبان حال سے کہتے ہیں چٹے اس گلستا کے
 وہ نقش ہے وہ جلو ہے وہ روشی ہر وہ عالم
 یہاں کی خاک کے کانوں میں یہ آواز آتی ہے
 خط بیان گلستا کے سارے ہیں کہ شاخیں ہیں
 طیفیق ایسی شادست میں شامیں نمایاں کر

غزل حضرت باوی چھلی سہری

فتنہ میں گلستان بھی صحرانظر آتا ہے
 پانی کا وہ ایک قطرہ آئینہ جیسے کہتے تھے
 میں اور تیری آنکھوں میں مبراں کوہ کیوں
 تصویر محبت چلتا آئینہ فطرت ہوں
 جو نقش ہا ہا لوگی بتا ہے زلف میں
 جو چولہے دو لکھو کا ناما نظر آتا ہے
 فیضان محبت سے دیا نظر آتا ہے
 جھکو تو کبہ سین میں جو کا نظر آتا ہے
 ہر سو مجھے اپنا ہی جلو نظر آتا ہے
 میری ہی تصویر کا لکھا نظر آتا ہے

ملنے کا پتہ حضرت موبانی دفتر رسالہ اردو بی محلی کا پتہ

